فاستبقوا الخیرات

مجلسِ خدّام الاحمدیّہ مرکزیّہ کا ترجمان

نومبر ۱۹۶۴ء

چندہ سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- رشید احمد ثاقب ——— نائب:- لطف الرحمٰن محمود

جلد ۱۱	نبوت ۱۳۴۳ ھش	نومبر ۱۹۶۴ء	شمارہ ۱

مندرجات

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

خدام الاحمدیہ کے لئے محترم صدرِ مجلس کا نئے سال کا

پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ــــ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یکم نومبر سے مجلس خدام الاحمدیہ کا نیا سال شروع ہو چکا ہے۔ آیئے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر عاجزی اور انکسار اور تذلل کا طریق اختیار کرتے ہوئے محض اسکی رضا کی خاطر، نئے ارادوں، مضبوط تر عزم اور بلند تر ہمت کیساتھ اس نئے سال کا آغاز کریں اور کوشش کریں کہ نفسانی بوجھوں کو اُتار کر ہلکے پھلکے ہو کر اس دروازہ میں داخل ہوں جس میں داخل ہونے کیلئے خدا کے مامور نے ہمیں بُلایا ہے۔

توبہ کا دروازہ بہت تنگ دروازہ ہے نفس کی فربہی کے ساتھ کوئی اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا جبتک انسان حنیف نہ ہو جائے اور کلیۃً شرک سے پاک نہ ہو جائے اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے غیر سے اُمید رکھتا ہے یا اس کے غیر سے ڈرتا ہے وہ اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف جُھکا نہیں رہتا اور آنکھوں کے پانی سے اپنے دل کے زنگ دھونے کی کوشش نہیں کرتا وہ اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ شریر اور بدباطن اور اپنے بھائیوں کا بُرا چاہنے والا، جو اپنے سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتا وہ اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو شخص خدا کے نام کیلئے اور اسکے رسولؐ کی عزت کیلئے اور دینِ اسلام کیلئے غیرت نہیں رکھتا وہ اس دروازہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ غرض ناخالص رہتے ہوئے اور ناپاک ارادے رکھتے ہوئے ہم ہرگز اس بات کی اُمید نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکیں اور خدا کے مقبول بندوں میں شامل کئے جائیں۔

مقصد کے حصول کیلئے تین مراحل ہوا کرتے ہیں۔ (۱) ان ذرائع کا حصول جن سے وہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، (۲) اس مقصد کو حاصل کرنے کا جذبہ اور عزم اور پھر (۳) مقصد کے حصول کے لئے اپنی ساری طاقتوں کو صرف کر دینا اور پوری جدوجہد اور کوشش سے اپنی مراد کو پا لینے کیلئے کوشاں ہو جانا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ پہلے دو مراحل طے کر چکی ہے۔ ہماری تنظیم خدا کے فضل سے مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکی ہے اور خدا کے فضل سے نوجوانوں کے اندر خدمتِ دین اور اپنی اور دوسروں کی اصلاح کا جذبہ بھی پیدا ہو گیا ہے اور انکے ایمانوں میں ایک نئی زندگی اور نئی حرارت پیدا ہو گئی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہم تیسرا قدم بھی اُٹھائیں اور اس جذبۂ ایمان و اخلاص سے کام لیکر جو نوجوانوں کے اندر پیدا ہوا ہے، اور اس ایمانی حرارت سے کام لیکر جو انکے اندر موجزن ہے اپنے اندر اور اپنے بھائیوں کے اندر صحیح اسلامی اقدار، بلند اخلاق اور بلند کردار پیدا کریں۔ یہی ہمارا اصل کام ہے۔

اگر ہم تنظیم قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر دینداری کا جذبہ بھی پیدا کر دیتے ہیں لیکن یہ جذبہ اتنا گہرا نہیں ہوتا کہ اس کے نتیجہ میں ان کے سینے کدورتوں سے پاک ہو جائیں، ان کے اخلاق اچھے ہو جائیں، وہ تہذیب اور شائستگی سے رہنا سیکھ لیں تو ہم اپنے مقصد میں ناکام ثابت ہوں گے اور ہماری ساری کوششیں اکارت جائیں گی۔ سچا دین اور سچی دینداری وہی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان پاک ہو جائے، ہر قسم کی ناکردنی اور پلید باتوں اور گندی زلیست سے مجتنب ہو کر اس پاک ذات کو پانے کے لئے جو اس کا خالق و مالک اور محبوبِ حقیقی ہے، اپنی طاقتوں کو وقف کر دے۔

وہ خدا جس کی طرف اسلام ہمیں بلاتا ہے سُبّوح و قدّوس ہے، وہ پاکیزگی اور حُسنِ اخلاق کو پسند کرتا ہے۔ وہ انہی سے محبت کرتا ہے جو سچے دل اور خالص نیّت سے اُسکے حضور جُھکتے ہیں اور ظاہری اور باطنی طور پر اپنے آپکو پاک کرتے ہیں۔ پس میں اپنے بھائیوں سے خدا کے نام پر اور اسکے دین اور اسکے رسول کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ اصلاحِ نفس کی طرف توجہ دیں اور اپنی ساری کوششوں کو قوی کردار کے بنانے اور بلند اخلاق کے حاصل کرنے میں صرف کر دیں۔

ہمیں خدا تعالیٰ نے وہ کتاب دی ہے جس میں سینے کی ساری بیماریوں کا علاج ہے اور وہ پیشوا دیا ہے جو خُلقِ عظیم پر قائم ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو محمد عربی فداہ ابی و امی کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے اخلاق میں وہ بلند مقام حاصل کرے کہ دوسری اُمتیں اور دوسری قوموں میں اس کا نمونہ نہ مل سکے۔ یاد رکھیں کہ آدمزاد تدریجاً ترقی کرتا ہے۔ پہلے وہ انسان بنتا ہے اور انسانیت کے اصول سیکھتا ہے۔ پھر با اخلاق انسان بنتا ہے اور پھر باخدا انسان بنتا ہے۔ وہ شخص بڑی سخت غلطی میں مبتلا ہے اور شیطان اسکو دھوکے میں مبتلا رکھے ہوئے ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ بلند اخلاق حاصل کئے بغیر صدق و صفا اور عفت و حیا اور وفا اور توکّل اور صبر اور شکر اور استقامت اور دوسرے اخلاقِ عالیہ پیدا کئے بغیر وہ خدا کو حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص با اخلاق نہیں وہ باخدا نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اپنے بھائیوں کے قصور معاف نہیں کرتا وہ خدا کی بخشش کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص خود پسند مغرور، سخت دل، عیب جُو، اپنے بھائیوں کی غیبت کرنیوالا اور حُسنِ ظن کی صفت سے عاری ہے وہ اس پاک ذات کے دامن کو چھو نہیں سکتا۔ پس یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ خدا کو پانے کیلئے ایمان کیساتھ عملِ صالح بھی ضروری ہے۔ ایمان کا وہ درخت جس میں عملِ صالح کے شیریں پھل نہیں لگتے اور اچھے اخلاق کے پھولوں کی مہک سے وہ اپنے ماحول کو معطر نہیں رکھتا مُردہ درخت ہے جو اس قابل ہے کہ کاٹا جائے اور آگ میں جلایا جائے۔ یہی مطلب ہے جو فرمایا کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ کہ نماز وہ ہوتی ہے جو انسان کو بے حیائیوں اور ناکردنی باتوں سے روکتی ہے۔ نماز وہ ہوتی ہے جس سے انسان بے شر اور دل کا غریب اور حلیم بن جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اخلاق پر بہت زور دیا ہے اسلئے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی عبودیت ہے اور عبودیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے رب سے محبت اور اخلاص کا ایسا مضبوط تعلق قائم کرے کہ اس کی ذات کا عرفان حاصل کر کے اس کی فرمانبرداری میں ایسا کھویا جائے کہ اس کے اندر صفاتِ الٰہیہ جلوہ گر ہو جائیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اخلاقِ حسنہ کا مطلب یہی ہے کہ انسان

اسماءِ حسنیٰ کا مظہر اور صفاتِ الٰہیہ کا ظاہر کرنے والا ہو جائے ۔

پس بھائیو آؤ کوشش کریں کہ ہم خدا تعالیٰ کی محبت میں کھوئے جائیں اور اس سے محبت و اخلاص اور عبودیت کا تعلق قائم کر کے اپنے اندر صفاتِ الٰہیہ کا عکس پیدا کریں اور دنیا کی ساری قوموں اور سارے انسانوں سے ہر خوبی، ہر کمال، ہر خُلق میں آگے بڑھ کر یہ ثابت کر دیں کہ ہمارا آقا سب انسانوں سے افضل، ہمارا دین سب دینوں سے بہتر اور ہمارے رسولؐ کی اُمت ہی خیرِ اُمّت کا نام پانے کی مستحق ہے ۔ یہ بات تبھی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب ہم صدق و صفا، وفا، عفّت، حیا، بے نفسی، بے لوثی، امانت، دیانت، مروّت، محنت، عزم و ہمّت، عدل و انصاف، ایثار، جرأت اور اقدام، عفو، سخاوت، صبر اور شکر، توکل اور احسان، غرض جمیع اخلاق میں کمال حاصل کر کے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتوں کا احیاء کر کے آپؐ کے اخلاقِ عالیہ کا نظارہ دنیا کو کرا دیں ۔

سب سے آخری اور ضروری بات یہ ہے کہ توحید سب خوبیوں کا سرچشمہ ہے ۔ سو سچی توحید کو حاصل کرو اور خدا کے ہو جاؤ اور اسکے ساتھ ایسا تعلق قائم کرو کہ ٹوٹ نہ سکے ۔ اسکے رسّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اسکے رشتہ کو سب رشتوں سے اور اسکی محبت کو سب محبتوں پر مقدم کر لو ۔ بلکہ چاہیئے کہ خدا کے سوا تمہارا کوئی محبوب نہ رہے ۔ تمہاری محبت اور تمہارے ارادے اور تمہاری مرضیات سب اسی محبوبِ ازلی کے لیئے ہو جائیں ۔ قرآن کی حکومت کو اپنے دلوں پر قائم کر لو ۔ حرماتِ اسلام کی حفاظت کے لیئے تیار رہو اور دینِ اسلام کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچے دل سے محبت کرو ۔ سچ جانو اور یقین کرو کہ نوعِ انسان کے شفیع اور نجات دہندہ جن کا پیار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے ہمارے آقا فداہ روحی و جنانی و ابی و امی محمد مصطفےٰ ہیں ۔

میرے عزیزو! زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا ۔ ہمارا مقصد بہت بلند اور ہماری مشکلات بہت زیادہ ہیں اسلیئے اپنے وقت کی قدر کرو اور اپنے مقام کو سمجھو اور یہ عزم لیکر کھڑے ہو جاؤ کہ ہم پھر ایک بار توحید کے جھنڈے کو کھڑا کریں گے ۔ ساری دنیا سے اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور بلند مقام کا اقرار کروائیں گے اور خدا کی حکومت کو قائم کر کے چھوڑیں گے ۔ ہم اور جو کچھ ہمارا ہے سب اسی مقصد کے لیئے وقف رہے گا ۔ انشاء اللہ ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو ۔ اس کے فضل کا سایہ اور اس کی عنایت کی نظر ہم پر ہو ۔ وہ ہمیں توفیق دے اور نصرت فرمائے تا ہم اپنے ان سب عہدوں کو پورا کر سکیں جو ہم نے اس سے کئے ہیں ۔ اور اپنی سب امانتوں کو ادا کرنے والے ہوں اور قیامت کے دن اس کے حضور سرخرو ہوں ۔ اللّٰھم آمین

والسلام

مرزا رفیع احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

۲/۱۱/۶۴

معارف القرآن الحکیم

وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (الروم: ۴۰)

ترجمہ:- اور جو روپیہ تم سُود حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھے۔ تو وہ روپیہ اللہ (تعالیٰ) کے حضور میں نہیں بڑھتا۔ اور جو تم اللہ (تعالیٰ) کی رضا حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ کے طور پر دیتے ہو تو یاد رکھو کہ اسی قسم کے لوگ خدا (تعالیٰ) کے ہاں (روپیہ) بڑھا رہے ہیں۔

تشریح:- قرآن کریم نے سُود کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک تو وہ سُودی کاروبار جو غریبوں سے کیا جاتا ہے۔ اس کو بھی منع کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

دوسری قسم وہ سُودی کاروبار ہے جو مالداروں سے کیا جاتا ہے تاکہ وہ مالدار اسے تجارت میں لگا کر فائدہ حاصل کریں اور روپیہ دینے والے کا روپیہ بھی بڑھے۔

بعض مسلمان یہ خیال کرتے ہیں کہ مالداروں یا کمپنی والوں کو روپیہ سُود پر دینا یا بنک میں سُود پر روپیہ لگانا اسلام میں منع نہیں۔ حالانکہ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اس قسم کا سودی کاروبار بھی منع ہے۔ اگر ان کا خیال ٹھیک ہوتا تو یہ آیت کیوں نازل ہوتی اور اس کی کیا غرض تھی۔

قرآن کریم کا نازل کرنے والا عالم الغیب خدا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب بعض مسلمانوں نے سُود کو حلال کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ پس اُس نے ان آئندہ پیدا ہونے والے شبہات کو اس آیت میں دُور کر دیا ہے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اعتدال بہتر ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے متعلق خبر کی گئی کہ میں کہتا ہوں جب تک زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو نماز پڑھا کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا واقعی تم نے ایسا کہا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے بے شک ایسا کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تُو ایسا نہیں کر سکے گا۔ روزہ بھی رکھا کر اور افطار بھی۔ سویا بھی کر اور نماز بھی پڑھا کر۔ اور ہر مہینے میں تین روزے رکھا کر نیکیوں کا اجر دس گنا ملتا ہے اور یہ ہمیشہ کے روزوں کی طرح ہی ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا۔ ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو اور یہ بہتر اور معتدل طریق روزہ رکھنے کا ہے۔ میں نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا اس سے افضل کوئی نہیں۔ داؤد علیہ السلام کا بھی یہی طریق تھا اور یہی بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) موت کی تمنا نہ کرو

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو گھبرا کر موت کی تمنا نہ کر دیا کرے۔ اگر ضرور کرنی ہی ہو تو پھر یوں کہے کہ اے اللہ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے حق میں موت بہتر ہو تو مجھے موت دے۔

(بخاری و مسلم)

(۳) ظالم بھائی کی امداد

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آگیا۔ لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں؟ آپؐ نے فرمایا تُو اسے ظلم کرنے سے روک دے۔ (بخاری)

(۴) ضعیفوں کے طفیل

حضرت عویمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ مجھے اپنے ضعیفوں میں طلب کرو۔ کیونکہ تم اپنے ضعیفوں کے طفیل رزق دیئے جاتے اور نصرت کئے جاتے ہو۔

(ابوداؤد)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ترقی کی سچی راہ

"ہمارے زمانہ میں جو سوال پیش ہوا کہ کیا وجوہات ہیں جن سے اسلام کو زوال آیا اور پھر وہ کیا ذریعے ہیں جن سے اس کی ترقی کی راہ نکل سکتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق جواب دیئے ہیں مگر سچا جواب یہی ہے کہ قرآن کو ترک کرنے سے تنزّل آیا اور اسی کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے سے ہی اس کی حالت سنور جاوے گی۔

موجودہ زمانہ میں جو ان کو اپنے خونی مہدی اور مسیح کی آمد کی امید اور شوق ہے کہ وہ آتے ہی ان کو سلطنت لے دیگا اور کفار تباہ ہوں گے۔ یہ ان کے خام خیال اور وسوسے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے جس طرح ابتداء میں دعا کے ذریعہ سے شیطان کو آدم کے زیر کیا تھا اسی طرح پر اب آخری زمانہ میں بھی دعا ہی کے ذریعہ سے غلبہ اور تسلّط عطا کرے گا نہ تلوار سے ..... ان کی ترقی کی یہی سچی راہ ہے کہ اپنے آپ کو قرآن کی تعلیم کے مطابق بناویں اور دعا میں لگ جاویں۔ انکو اب اگر مدد آوے گی تو آسمانی تلوار سے اور آسمانی حربہ سے نہ اپنی کوششوں سے اور دعا ہی سے انکی فتح ہے نہ قوتِ بازو سے۔ یہ اس لیئے ہے کہ جس طرح ابتداء تھی انتہا بھی اسی طرح ہو۔ آدم اوّل کو فتح دعا ہی سے ہوئی تھی۔ ربنا ظلمنا انفسنا ... الخ اور آدمِ ثانی کو بھی جو آخری زمانہ میں شیطان سے آخری جنگ کرنا ہے اسی طرح دعا ہی کے ذریعہ فتح ہوگی۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۵۶ و صفحہ ۲۵۷)

محترم شیخ رفیع الدین احمد صاحب کراچی

حمد خدا تعالےٰ

حریمِ دُنیا میں ہر سُو درخشاں ہے تیری قدرت خدا تعالیٰ
ہر ایک ذرے سے آشکارا ہے تیری عظمت خُدا تعالیٰ

ازل سے پہلے تھا تیرا جلوہ اگرچہ مہر و نجوم نہ تھے
غرض ہر اک شے سے قبل تیری تھی شانِ وحدت خُدا تعالیٰ

زمیں بے پایہ فلک بے پایہ نظامِ شمس و قمر عجب ہے
سَمک سے تا بہ فلک ہے تیرا کمالِ صنعت خُدا تعالیٰ

تُو جس کو چاہے گدا بنا دے تُو جس کو چاہے دے تاجِ شاہی
ہے روزِ اوّل سے تیرے قبضے میں رنج و راحت خُدا تعالیٰ

تُو بے وسیلوں کا ہے وسیلہ تُو بے سہاروں کا ہے سہارا
ہے نقش ہر ایک لوحِ دل پہ تیری حکومت خُدا تعالیٰ

مجھے عطا کر تُو اپنے محبوب کی محبت کا جذب اتنا
مدینے پہنچوں یا خواب میں ہو مجھے زیارت خُدا تعالیٰ

ملال و یاس و غم و الم سے ہو میرے دل کو نجات حاصل
دلِ تپیدا کو ہو میسر سکون و راحت خُدا تعالیٰ

ہو تجھ سے اتنی مجھے محبت رہوں نہ اک پل بھی تجھ سے غافل
کروں بشوق و خلوص ہر دم تیری عبادت خُدا تعالیٰ

فجور و عصیاں سے ہو تنفر رہوں میں محفوظ کج روی سے
ہو نیک کاموں میں صرف میری ہر ایک ساعت خدا تعالیٰ

متاعِ ایماں لے کے جاؤں میں اپنے دامن میں بعدِ مُردن
یہی ہے ارماں، یہی ہے خواہش، یہی ہو حسرت خدا تعالیٰ

خلوصِ دل سے رفیعِ مضطر کی تجھ سے ہر دم یہ التجا ہے
کہ وقتِ رحلت زباں پہ میری ہو تیری مدحت خدا تعالیٰ

قرآنی ترتیب

(از محترم میر محمود احمد صاحب ناصر اُستاذ جامعہ احمدیہ ربوہ)

قرآن مجید خدا تعالیٰ کا قول ہے اور صحیفۂ قدرت خدا تعالیٰ کا فعل ہے اور ان دونوں کا ظہور خدا تعالیٰ کی صفات کے نتیجہ میں ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت سی باتوں میں ایک متوازی سلسلہ چلتا ہے۔

ایک عامی آدمی صحیفۂ قدرت پر نظر ڈال کر اس کے مختلف مظاہر کی عظمت سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے مختلف مظاہر کے مختلف فوائد کا علم و احساس اس کو ہوتا رہتا ہے اور دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کو مختلف مظاہرِ قدرت کے متعلق کچھ علم اور ان کے فوائد کا کچھ احساس نہ ہو لیکن اس بات کا علم اور احساس اور تجربہ عوام الناس کو کم ہوتا ہے کہ صحیفۂ قدرت کے یہ بے شمار مظاہر جو بظاہر مختلف اور متنوّع کیفیت اپنے اندر رکھتے ہیں ایک باریک در باریک ترتیب و تنظیم میں بندھے ہوئے ہیں اور قدرت ایک خلقی کُل ہے ایک ایسی وحدت ہے جس کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ اور خود اس وحدت کے ساتھ مضبوط اور مستحکم رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں مگر ایک سائنٹسٹ جو صحیفۂ قدرت پر گہری نظر رکھتا ہے اور مختلف تجارب سے استنباط کرتا ہے وہ اس حقیقت کو خوب سمجھتا ہے اور جیسے جیسے اس کا علم بڑھتا چلا جاتا ہے یہ حقیقت اس کی نظر میں اور پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک عامی آدمی ایک جگہ میلہا میل سرسبز جنگل کو دیکھتا ہے دوسری جگہ خشک و بنجر صحرا کو جہاں پیاس بجھانے کو پانی نہیں ملتا تیسری جگہ اسے تا حدِ نظر پانی ہی پانی ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان تمام مظاہر کا الگ الگ علم رکھتا اور ان سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے مگر ایک ماہرِ طبیعی جانتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مظہر ایک دوسرے سے اس طور سے وابستہ ہے کہ ایک کا ایک جگہ وجود دوسرے مظہر کے دوسری جگہ وجود کا متقاضی ہے۔

قرآنِ مجید جو خدا کا کلام ہے اس میں بھی خدا کے فعل کے اس کیفیت کی مشابہت پائی جاتی ہے جس کی طرف قرآن شریف کی دو آیات پر یکجائی نظر ڈالنے سے اشارہ ملتا ہے۔ یعنی

ولقد یسّرنا القراٰن للذکر
فھل من مدّکر

اور

لا یمسّہٗ الّا المطھّرون

ایک طرف آیت کریمہ لقد یسّرنا القراٰن للذکر فھل من مدّکر میں اس امر پر زور ہے کہ

ہم نے قرآن کو بہت ہی آسان بنایا ہے سیکھنے والا کوئی ہو تو قرآن میں کچھ مشکل نہیں۔ دوسری طرف یہ اشارہ بھی ہے کہ لایمسّہ الّا المطہّرون کہ ان لوگوں کے سوا جو ظاہری و باطنی طور پر صاف نہ کئے گئے ہوں قرآن مجید کے حقائق عالیہ کو کوئی چھو نہیں سکتا۔

اس کی تطبیق یہی ہے کہ ارکانِ ایمان اور اصولِ دین اور اصول تعلیم کے لحاظ سے قرآن خوب واضح اور بالکل روشن ہے۔ اس کی بنیادی تعلیم میں کوئی اشکال اور اجمال نہیں۔ چنانچہ کوئی معمولی تعلیم والا شخص یا کوئی عیسائی یا ہندو بھی اگر قرآن شریف پڑھے تو ایمانیات کے بنیادی اصول اس کے لئے بالکل واضح ہوں گے۔ چنانچہ قرآن مجید کو سرسری نظر سے پڑھنے والا بھی خواہ وہ ایمان واخلاق کے لحاظ سے کسی مقام پر ہو قرآنِ مجید کی تعلیم کے مندرجہ ذیل اصولوں کا علم حاصل کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور خدا تعالےٰ تمام اعلیٰ صفات سے متصف اور ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے، اور اس کی عبادت کرنا اور اس سے تعلق قائم کرنا اور اس پر توکّل کرنا اور اس سے محبّت کرنا اور اس کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

اور انسانوں کی راہنمائی کے لئے خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں سلسلۂ انبیاء جاری فرمایا ہے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے جوبن پر پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقصدِ زندگی کے حصول کے لئے کامل ترین نمونہ ہیں۔

اور انبیاء کے ساتھ ہدایتِ انسانی کے لئے شریعت اور کتب بھیجنے کا سلسلہ بھی دنیا میں جاری رہا جس کی انتہاء قرآنِ شریف پر ہوئی۔

اس روحانی اور جسمانی عالم کے حسن انتظام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ روحانی وسائط و وسائل مقرر ہیں جو ملائکہ کہلاتے ہیں۔

اور یہ نظامِ روحانی وجسمانی اور اس کا ذرہ ذرہ خدا کے قبضہ اور اختیار میں ہے اور ہر جگہ خدائی قدرت وجبروت کا کنٹرول ہے اور کوئی چیز تقدیرِ الٰہی سے باہر نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو اس جہان تک محدود نہیں رکھا بلکہ موت کے بعد انسانی زندگی کا تسلسل جاری ہے اور موجودہ زندگی کی کیفیات کا عکس جنّت و دوزخ کی صورت میں رونما ہوگا۔

اسی طرح عملی ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ نیز اخلاق اور تمدّن کے متعلق بنیادی تعلیم قرآنِ مجید کے سرسری مطالعہ سے بھی ہر کس و ناکس کو معلوم ہوسکتی ہے۔ لیکن قرآنِ مجید کے گہرے معارف اور دقیق نکات اور لطیف حقائقِ عالیہ کا علم صرف مطہّرین کے لئے مخصوص ہے اور جس طرح ایک عامی صحیفۂ قدرت کے موٹے موٹے مظاہر کے علم کے باوجود اس کی باریک و لطیف ترتیب و تدوین کو سمجھنے کے لئے ماہرِ فن سائنسدانوں کا محتاج ہے اسی طرح قرآنِ کریم کی تعلیم کے بنیادی اصولوں کے علم کے باوجود آیاتِ قرآنیہ کی گہری ترتیب کے علم کیلئے عوام الناس مطہّرین سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ترتیب

قرآنی کی اس گہرائی کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس سے کلیتہً انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے تھوڑے تھوڑے حصے جا بجا مرتب شکل میں مل جاتے ہیں مگر قرآنِ مجید کی ساری آیات اور سورتوں میں ایسی کوئی ترتیب موجود نہیں مگر وہ، خاص الخاص مطہرین جن کو خاص طور پر علم قرآن دیا گیا ہے بڑے زور سے اس ترتیب کے وجود کے مدعی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جیسے قرآن شریف کا باطن معجزہ ہے
ویسے ہی اس کے ظاہر الفاظ اور
ترتیب بھی معجزانہ ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم)

ہمارے دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو قرآنِ مجید کا خاص علم دیا گیا۔ چنانچہ ترتیبِ قرآن کے بارے میں حضور کے بعض ارشادات پیشِ خدمت ہیں:۔

"میں نے تفسیری نوٹوں کو لکھتے ہوئے اس امر کو مدِنظر رکھا ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے معانی کا ایک سلسلہ پوری ترتیب کیساتھ پڑھنے والے کی سمجھ میں آجائے گا اور وہ کسی سورۃ یا کسی آیت کو بے جوڑ نہ سمجھے گا۔ ترتیب کا مضمون ان مضامین میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر سمجھائے ہیں (لا یحیط احد بشیءٍ من علمہٖ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض)"

(تفسیر کبیر سورۃ یونس تا کہف دیباچہ)

"میں جب سورۃ کہف کا درس دینے لگا اور میں نے اس سورۃ پر غور کیا تو اور سورۃ تو سب حل ہو گئی مگر ایک آیت کی مجھے سمجھ نہ آئی۔ میں نے بہت سوچا اور غور کیا مگر وہ آیت مجھے بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی تھی۔ آخر میں نے درس دینا شروع کیا جوں جوں وہ آیت قریب آتی جائے میری گھبراہٹ بڑھتی چلی جائے کہ اب اس آیت کے متعلق کیا ہوگا یہاں تک کہ صرف دو یا تین آیتیں رہ گئیں مگر پھر بھی وہ میری سمجھ میں نہ آئی۔ اس وقت میری گھبراہٹ بہت زیادہ ہو گئی مگر جس وقت میں اس سے پہلی آیت پر پہنچا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ وہ آیت تو بالکل حل شدہ ہے اور اس کے نہایت صاف اور سیدھے معنے ہیں جس میں کسی قسم کی اُلجھن نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کی ترتیب کو مدِنظر رکھا جائے اور اس پر غور اور تدبّر کرنے کی عادت ڈالی جائے تو اس کی بہت سی مشکلات خودبخود حل ہو جاتی ہیں مگر جو شخص قصّوں اور کہانیوں کے پیچھے چل پڑتا ہے اور تدبّر فی القرآن کو ترک کر دیتا ہے وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف بھی ایسی باتیں منسوب کر دیتا ہے جو اس کی شان کے منافی ہوتی ہیں۔ (تفسیر کبیر سورۃ مریم)

"سورۃ انبیاء ابتدائی مکّی سورتوں میں سے ہے اس کی ترتیب کے متعلق نولڈکے جو مشرقی علوم کے متعلق جرمنی کا مشہور پروفیسر ہے لکھتا ہے کہ اس سورۃ کے

مضمون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورۃ المرسلات کیساتھ ہی متعلق ہے۔ یہ ردّ ہے ان مستشرقینِ یورپ کا جو کہا کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی سورتوں میں کوئی خاص ترتیب نہیں لمبی سورتیں پہلے رکھ دی گئی ہیں اور چھوٹی سورتیں آخر میں رکھ دی گئی ہیں۔ ان لوگوں کی سمجھ میں جہاں جہاں کوئی بات آجاتی ہے وہاں انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سورتوں کا مضمون آپس میں ملتا ہے اور گو وہ سارے قرآن کو ایک باترتیب کلام نہ مانیں مگر کسی کسی جگہ انہیں بھی یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ سورتوں کا جوڑ ایک دوسرے سے ملتا ہے۔ (تفسیر کبیر سورۃ نبا)

"میرا تجربہ یہی ہے کہ قریبًا ہر سورۃ کا دوسری سورۃ سے تعلق ہوتا ہے اور پھر میرے علم کے مطابق ہر سورۃ کا دوسری سورۃ سے ایک تعلقِ قریب ہوتا ہے۔ اور ایک تعلقِ بعید ہوتا ہے یعنی ایک تعلق تو ایسا ہوتا ہے جو اسے پہلی سورۃ کی آخری آیتوں سے ملا دیتا ہے لیکن ایک تعلق ایسا ہوتا ہے جو سلسلۂ مضمون سے متعلق ہوتا ہے پھر آگے یہ تعلق دو قسم کا ہوتا ہے ایک تعلق تو سورۃ کا قریب کی سورۃ یا اس کے ساتھ کی سورۃ سے ہوتا ہے اور مضمون میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے اور ایک تعلق ایسا ہوتا ہے جو چھ چھ سات سات بلکہ دس دس سورتیں پیچھے جا کر اس سورۃ کو پچھلی سورتوں سے ملا دیتا ہے یہ بھی ایک ایسا مضمون ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک حد تک میں نے سمجھا ہے سورتوں کے آپس کے قریب کے تعلقات اور تسلسل مضمون کے اعتبار سے ان کے آپس کے تعلقات بالعموم میں نے اخذ کئے ہیں لیکن مجھ پر اثر یہ ہے کہ سورتوں کا ایک تعلق بعید یا ابعد بھی ہوتا ہے مجھے اس کے متعلق ایسی فرصت نہیں ملی کہ اس مضمون کو مکمل طور پر حل کر سکوں چونکہ میرے پاس پہلے ہی کاموں کی کثرت ہے اور اس کے لئے فرصت نکالنا بہت مشکل ہے اس لئے میں اس مضمون کو حل کرنے کی ایک تجویز بتا دیتا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی سورتیں الگ الگ خوشخط لکھوا کر ان کے چارٹ بنوائے جائیں اور پھر ان الگ الگ ٹکڑوں کو انسان ایک کمرے میں لٹکا دے اور فرصت کے وقت ان کو دیکھتا رہے اس کے نتیجہ میں اسے سورتوں کے باہمی تعلقات کا ضرور نشان مل جائے گا۔ جب ایک چارٹ حل ہو جائے تو دوسرے پر غور کرنا شروع کر دے۔ دوسرا حل ہو جائے تو تیسرے کو مدِّنظر رکھ لے جس شخص کو فرصت ہو اور قرآنِ کریم پر غور کرنے کا وہ شوق رکھتا ہو اگر وہ ایسا کرے تو اس کو بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"قرآنِ کریم میں ہر جگہ ترتیب کے حُسن کو قائم رکھا گیا ہے۔" (تفسیر سورہ بقرہ)

"درحقیقت قرآنی مضامین کی ترتیب عام کتب کی ترتیب کے مطابق نہیں بلکہ طبعی ترتیب ہے وہ اپنے مضامین میں جو ترتیب رکھتا ہے وہ اس ترتیب سے علیحدہ ہے جو انسان اپنی کتابوں میں رکھتے ہیں قرآنِ کریم اس چیز کو جو سب سے پہلے بیان ہونی ضروری ہو بیان کرتا ہے اور پھر اس کے متعلق انسانی قلب میں پیدا ہونیوالے تمام وساوس اور شبہات

کا ازالہ کرتا ہے مثلاً جنگ ہے اس کے متعلق جو سوال پیدا ہوں گے ان کو بیان کرے گا پھر ان سے جو سوال پیدا ہوگا اس کا ذکر کریگا اور اس میں جن امور کی طرف انسانی ذہن منتقل ہوگا وہ بیان کرتا چلا جائے گا اور چونکہ ایسے سوالات طبعی ہوتے ہیں اس لئے ان کے جوابات کا قلوب پر خاص اثر پڑتا ہے اسی طبعی ترتیب سے اس جگہ بھی کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ جنگ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کا ذکر کر دیا جو جنگ سے براہِ راست تعلق رکھنے والی چیزیں تھیں اور جب جوئے سے اخراجاتِ جنگ پورے کرنے کے طریق سے روک دیا تو طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر یہ اخراجات کس طرح پورے ہوں گے اس کے لئے بتایا کہ ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے بعد جو رقم بچ رہے وہ خرچ کرنی چاہیئے۔ پھر ایک ہی لفظ عفو استعمال کر کے اس میں مختلف مدارج کا ذکر کر کے بتایا کہ ادنیٰ درجہ کونسا ہے اور اعلیٰ درجہ کونسا۔ اس کے بعد یتامیٰ کے حقوق کو لے لیا کیونکہ جنگ کے بعد لازماً اس سوال نے اہمیت اختیار کر لینی تھی۔ غرض قرآن کریم کا یہ کمال ہے کہ اس نے اپنے مضامین میں ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی ترتیب رکھی ہے کہ ادھر ایک سوال فطرتِ انسانی میں پیدا ہوتا ہے اور ادھر قرآن کریم میں اس کا جواب موجود ہوتا ہے۔" (تفسیر سورہ بقرہ)

"قرآنی ترتیب کا یہ اصول ہے کہ وہ اپنے پہلے مضمون کو آخر میں پھر دُہرا دیتا ہے۔ شروع میں بیان فرمایا تھا کہ یہود کا یہ خیال کہ ہمیں صرف چند دن عذاب ہوگا غلط ہے۔ اب آخر میں فلا یخفف عنھم العذاب فرما کر بتا دیا کہ اس رکوع میں بھی لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ والا مضمون ہی چل رہا تھا جو یہاں آکر ختم ہوا اور انہیں تنبیہہ کی گئی ہے کہ تم شریعت کے احکام کو اس طرح کھیل بنا لینے کے جرم میں مختلف قسم کے آسمانی عذابوں میں گرفتار ہوگے اور تمہیں کسی کی مدد حاصل نہیں ہو سکے گی۔ پس تمہارا یہ دعویٰ کہ تمہیں صرف چند دن عذاب ہوگا باطل ہے تمہیں عذاب ہوگا اور عذاب بھی ایسا کہ جو ہلکا نہیں کیا جائے گا یعنی ایک لمبے عرصہ تک وہ تمہیں سوزش اور جلن میں مبتلا رکھے گا۔

دوسرا خیال ان کا یہ تھا کہ ہمارا انبیاء سے تعلق ہے وہ ہماری مدد کریں گے سو اس کی بھی اللہ تعالیٰ نے تردید فرما دی کہ ان کا یہ خیال بھی غلط ہے۔ ان کی کوئی بھی مدد نہیں کرے گا۔

غرض قرآنی ترتیب کا یہ اصول ہے کہ وہ اپنے پہلے مضمون کو آخر میں پھر دُہرا دیتا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہاں گزشتہ بحث ختم ہوتی ہے اور آئندہ نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورہ بقرہ)

"میری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ جب حروفِ مقطعات بدلتے ہیں تو مضمونِ قرآن جدید ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی سورۃ کے پہلے حروف مقطعات استعمال کئے جاتے ہیں تو جس قدر سورتیں اس کے بعد ایسی آتی ہیں جن کے پہلے مقطعات نہیں ہوتے ان میں ایک مضمون ہوتا ہے اسی طرح جن سورتوں میں وہی حروف مقطعات دُہرائے

جاتے ہیں وہ ساری سورتیں مضمون کے لحاظ سے ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی ہیں۔

میں بتا چکا ہوں کہ میری تحقیق میں سورہ بقرہ سے لے کر سورہ توبہ تک ایک ہی مضمون ہے۔ یہ سب سورتیں الٓمٓ سے تعلق رکھتی ہیں۔ سورہ بقرہ الٓمٓ سے تعلق رکھتی ہے پھر سورہ آلِ عمران بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر سورہ نساء، سورہ مائدہ، سورہ انعام حروفِ مقطعات سے خالی ہیں۔ اس طرح گویا پہلی سورتوں کے تابع ہیں جن کی ابتدا الٓمٓ سے ہوئی ہے ان کے بعد سورہ الٓمٓصٓ سے شروع ہوتی ہے اس میں بھی وہی الٓمٓ موجود ہے ہاں حرف ص کی زیادتی ہوئی ہے اس کے بعد سورہ انفال و براءہ حروف مقطعات سے خالی ہیں۔ پس سورہ براءہ تک الٓمٓ کا مضمون چلتا ہے سورہ اعراف میں جو ص بڑھایا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف تصدیق کی طرف لے جاتا ہے سورہ اعراف انفال اور توبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور اسلام کی ترقی کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ اعراف میں اصولی طور پر اور انفال اور توبہ میں تفصیلی طور پر تصدیق کی بحث ہے اس لئے وہاں ص کو بڑھا دیا گیا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورہ یونس)

"سورہ یونس سے الٓمٓ کی بجائے الٓرٰ شروع ہو گیا ہے الٓ تو وہی رہا اور م کو بدل کر رٰ کر دیا۔ پس یہاں مضمون بدل گیا اور فرق یہ ہوا کہ بقرہ سے لے کر توبہ تک تو علمی نقطہ نگاہ سے بحث کی گئی تھی اور سورہ یونس سے لے کر سورہ کہف تک واقعات کی بحث کی گئی ہے اور واقعات کے نتائج پر بحث کو منحصر رکھا گیا ہے اسلئے فرمایا کہ اَنَا اللّٰہُ اَرٰی میں اللہ ہوں جو سب کچھ دیکھتا ہوں اور تمام دنیا کی تاریکیوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کلام کو تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ غرض ان سورتوں میں رؤیت کی صفت پر زیادہ بحث کی گئی ہے اور پہلی سورتوں میں علم کی صفت پر زیادہ بحث تھی۔"

(تفسیر کبیر سورہ یونس)

علمی ترقی کا راز

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں زیادہ امید ان پر کرتا ہوں جو دینی ترقی اور شوق کو کم نہیں کرتے۔ جو اس شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے۔ اسلئے کبھی سست نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر امر کو جو سمجھ میں نہ آئے پوچھنا چاہیئے تاکہ معرفت میں زیادت ہو...... جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھیں۔ جہاں سمجھ نہ آئے دریافت کریں...... قرآن شریف ایک دینی سمندر ہے جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر موجود ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۹۲)

لولاک لما خلقت الافلاک
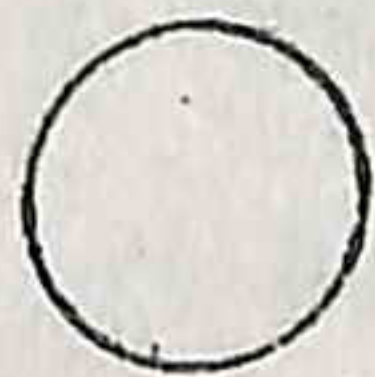
(جناب عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے)

کونین میں گر سیدِ ابرارؐ نہ ہوتے

یہ لالہ و گُل کوہ و چمن زار نہ ہوتے

تخلیق کے جلوؤں پہ کوئی رنگ نہ ہوتا

تعمیر کے آثار نمودار نہ ہوتے

انسان کے افعال کا مقصود نہ ہوتا

فطرت کے عناصر کبھی بیدار نہ ہوتے

گر آپ بُلاتے نہ ہمیں راہ میں اپنی

ہم آپ کی رحمت کے سزاوار نہ ہوتے

تھا کون جو اِس وادیٔ پُرخار میں آتا

گر ہم بھی محبت کے خریدار نہ ہوتے

رونقِ بازارِ اسلامی ز بازارِ من است

جناب عبدالرحمٰن صاحب خاکی بی۔ اے ——— راولپنڈی

گفتمش اے درد تو درجانِ بیمارِ من است
گفت اکنوں دیدمن پنہاں بگفتارِ[1] من است

بے مرا تاریک تر از چشمِ آہو ایں جہاں
ایں جہاں روشن ز نورِ مہرِ انوارِ من است

مثلِ جنسِ کاسد اند اندر جہاں ادیانِ غیر
رونقِ بازارِ اسلامی ز بازارِ من است

گفتمش دہ چشمِ بینا ایں جہانِ کور را
ایں بصیرت، گفت، در آثارِ انوارِ من است

انتہائے عقل باشد ابتدائے عشقِ دوست
آنکہ او دیوانۂ عشق است ہشیارِ من است

گفتمش اہلِ جہاں خواہند اقبالِ جہاں
گفت ایں اقبال در اظلال و آثارِ من است

من چو پرسیدم طریقِ دعوت و تبلیغ گفت
ایں طریقِ کار در تبشیر و انذارِ من است

گفتمش تیرہ دلاں در بندِ انکارِ تو اند
گفت درماں در دعاہائے شبِ تارِ من است

سنگِ خارا اند گر ایشاں ہنم خارا گداز
سنگ و آہن را شمع ساختن[2] کارِ من است

مثلِ طالوتم کنم جالوت مشرب را شکار
آلِ داؤدم موثرِ لحنِ گفتارِ من است

مردمِ طائر صفت را من بخوانم چوں خلیل
بہرِ من نالے کہ افروزند گلزارِ من است

اہرمن را سوختن با نیک فطرت ساختن
نیشِ دشمن را شمردن نوش کردارِ من است

گفتمش اندک نشانے دہ ز محبوبِ خودت
گفت ہر انصارِ دینِ مصطفےٰ یارِ من است

ہر ز بوں حالی چو وقت آید خوش اقبالی شود
ہر مریدے حصہ دارِ بختِ بیدارِ من است

چوں بپرسیدم از و از نسبتِ خاکی بگفت
او یکے از حلقۂ خدام دربارِ من است

---

[1] گفتار سے مراد کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

[2] شمع ساختن : موم کر دینا

محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر
ایڈووکیٹ لائل پور۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تصانیف

اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ وہ الہٰی جماعتوں کو تدریجی ترقی عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:۔

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔

اسی سنت کے مطابق اپنی وفات سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی، اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔"

(رسالہ الوصیت صفحہ ۱۴)

حضور کی یہ وصیت ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کی ہے۔ اس کے بعد الہامی پیشگوئی کے مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضور کا وصال ہو گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جن کی عمر اس وقت صرف ۱۹ سال کی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد مبارک کے قریب کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن اور مقاصد کو آپ بدل و جان ہر حال میں دنیا کے اندر پھیلائیں گے۔ یہ عہد ایسے وقت میں کیا گیا جبکہ جماعت احمدیہ نہایت قلیل التعداد اور کمزور تھی اور بیکسی اور بے بسی کی حالت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ تصرف تھا کہ مذکورہ بالا عہد ہمارے امام نے خدا تعالیٰ سے کیا ؎

خود گُنی و خود کنانی کار را
خود دہی رونق تو ایں بازار را

اس وقت اس "میثاقِ محمود" پر ۵۶ سال اور حضور کی خلافت پر ۵۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اور حضور کی تمام زندگی مذکورہ میثاق کی تعمیل و تکمیل میں گزری ہے اور وہ بیج جو خدا کے ہاتھ سے بویا گیا تھا

بڑھا، پھولا اور پھلا اور اس درخت کی شاخیں دُنیا کے ہر ملک پر سایہ افگن ہوئیں اور مخالفت کی تیز و تند آندھیوں میں یہ درخت ہر آن ترقی اور نشوونما پاتا رہا:۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ

یہ پچاس سال کا زمانہ جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی کا زمانہ ہے اور اس کے اندر بے حساب مالی اور جانی قربانیاں، جماعت کی تنظیم، اسلام کی تبلیغ، قرآنی علوم کی اشاعت، جماعت کے ہر فرد کی ترقی اور دینی اور دنیوی برتری اور علم وعمل میں اضافہ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ان میں سے ہر امر پر ایک ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے جو ٹھوس واقعات پر مبنی ہوگی۔ وہ بجٹ جو ۱۸۹۱ء میں تقریباً پانچ سو روپیہ سالانہ سے شروع ہوا تھا اب پچاس لاکھ سالانہ پر مشتمل ہے۔ اور پہلے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں اگر زیادہ سے زیادہ ۷۵ دوست شامل ہوئے تھے تو ۱۹۶۲ء میں یہ تعداد ۷۵ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔

حضور کی تصانیف بھی مندرجہ بالا عہد کی تکمیل کا ثبوت ہیں اور اس پچاس سال کے عرصہ میں بیسیوں تصانیف حضور کی طرف سے شائع ہوئی ہیں اور ان تمام تصانیف کی غرض وغایت اسلام کی خدمت، قرآن شریف کی دُنیا بھر میں اشاعت اور امتِ محمدیہ کی خیر خواہی اور ہمدردی ہے۔

کسی شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ کی تعلیم کہاں تک ہے تو آپ نے اسے جواب دیا تھا کہ میں قرآن شریف پڑھا ہوا ہوں۔ وہ شخص اس بات کو نہ سمجھ سکا کہ حضور کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف کو حقیقی طور پر جاننے والا تمام علومِ حقّہ پر حاوی ہوتا ہے اور کوئی علم قرآن شریف سے باہر نہیں ہے ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال

چنانچہ آپ کی تصانیف، خطبات، تقاریر، گفتگو، تحقیقات قرآنی علوم کی روشنی میں جاری وساری رہی ہیں۔ ہر امر میں آپ نے قرآن شریف کو ہادی اور رہنما بنایا۔ اور آپ کی ہر تصنیف اسی نقطۂ مرکزی کے گرد گھومتی ہے اور جماعت احمدیہ کی کامیابی کا یہی راز ہے مسلمانوں نے قرونِ اولیٰ میں ایک حیرت انگیز ترقی کی تو اس کا اصل سبب قرآن شریف کی پیروی کی تھی اور جب زوال آیا تو اس کی وجہ یہ تھی:۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی
اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا ؎

غرض ہمارے امام کی تمام تفاسیر قرآن شریف کی علمی اور عملی تفاسیر ہیں اور دراصل ہمارے امام کی ولادت سے بھی پیشتر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا تھا:۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔

ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔
وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی
ذریت و نسل ہوگا"۔

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

اس پیشگوئی کے تقریباً ۳ سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ولادت ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی اور پیدا ہونے والے لڑکے کے متعلق مذکورہ بالا پیشگوئی میں یہ بھی مقدر اور مقدر ہو چکا تھا کہ :-

"تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ
کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"۔

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور حضور کی تصانیف کی غرض و غائت یہی ہے کہ دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اس تعلق میں آپ کی سب سے بڑی تصنیف "تفسیر کبیر" ہے جو اس وقت تک کی تمام تفاسیر میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ اور اس کی خصوصیات میں سے چند خصوصیات درج ذیل ہیں :-

(ا) لغتِ عرب پر ایک بسیط نظر اور لغتِ عرب کے اسرار و غوامض کا نمایاں کرنا اور قرآن شریف کے مطالب کو لغت کی روشنی میں واضح کرنا اور غیروں کے اعتراضات اور اپنوں کی نافہمی کو دُور کرنا

(ب) موجودہ زمانہ میں فلسفہ، سائنس، طبیعات، ایجادات اپنے عروج کو پہنچ چکی ہیں اور تفسیر کبیر میں علومِ حاضرہ کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی سچا علم ایسا نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو۔ اور نیز کوئی علم، فلسفہ یا سائنس ایسا نہیں ہو سکتا جو قرآن پر غالب آسکے بلکہ قرآنی علوم تمام سچے فلسفوں کو شامل کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور یہ کائنات اور اس کے قوانین خدا تعالیٰ کا فعل ہیں اور خدا تعالیٰ کا قول و فعل متضاد نہیں ہو سکتے۔ تفسیر کبیر میں جا بجا یہ اصول اُجاگر کیا گیا ہے۔

(ج) تفسیر کبیر محض ایک علمی کتاب ہی نہیں بلکہ اس کے پڑھنے سے ایک وجدان اور تاثیر پیدا ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور عملی قوتیں پیدا ہو کر اسلام کی خدمت کے لئے تیار ہو جاتی ہیں اور پڑھنے والے کی روح بول اُٹھتی ہے کہ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(د) اس زمانے میں جب بعض علمائے اسلام کو فلسفہ اور سائنس سے مقابلہ پڑا تو ان میں سے بعض نے احساسِ کہتری دکھایا اور اسلام کی طرف سے معذرتیں پیش کیں لیکن تفسیر کبیر کی یہ شان ہے کہ ؎

من کان عنکم نورہ
قد جئتہ متفرغا

چنانچہ تفسیر کبیر کا مقدمہ نہ صرف قرآن شریف کی طرف سے دفاع کرتا ہے بلکہ تمام باطل مذاہب پر ایک جارحانہ حملہ ہے۔ ضروری ہے کہ موجودہ فلسفہ اور سائنس کا مقابلہ کرنے کے لئے علوم جدیدہ کا مطالعہ کیا جائے اور تفسیر کبیر سے ظاہر ہے کہ فلسفہ اور سائنس کے جدید ترین اصول بھی اس میں زیر بحث آئے ہیں۔ تفسیر نویسوں نے فلسفہ اور سائنس کو مدنظر نہیں رکھا۔ نہ انہیں ان کا مطالعہ حاصل تھا اور نہ وہ ان کا جواب دے سکتے تھے ؎

جامہ ندارم دامن از کجا آرم

لیکن تفسیر کبیر اس شخص کی تصنیف ہے جس کے متعلق پیشگوئی تھی: "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) چنانچہ تفسیر کبیر علوم ظاہری و باطنی کی حامل ہے بلکہ ان علوم کی آموزگار بھی ہے ؎

فمن شاء فلیرجع الیھا

(و) تفسیر کبیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے واقعات اور تجربات قرآنی علوم کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں اور تاریخ اقوام سے بھی اس بارہ میں مدد لی گئی ہے۔

(ز) علاوہ ازیں تفسیر کبیر میں آنے والے زمانے کے متعلق قرآن شریف کی پیشگوئیاں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہیں اور یہ امر کسی اور جگہ نہیں مل سکتا۔ قرآن شریف نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کے اسرار خدا کے مقرب بندوں پر ہی کھلتے ہیں ۔۔۔ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ تفسیر کبیر اس بات میں بھی ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں آیتوں اور سورتوں کا باہمی نظم و نسق اور ربط ثابت کر کے قرآن شریف سے یہ الزام دور کیا گیا ہے کہ وہ با ترتیب کلام نہیں ہے۔

(ح) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نہ صرف خود مصنف ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے "مصنف گر" بھی ہیں۔ آپ کے نمونے اور تعلیم کو دیکھ کر ہماری جماعت کے علماء عربی جاننے والے اور انگریزی جاننے والے قرآن شریف کی خدمت پر کمربستہ ہوئے اور ان کی تمام زندگیاں از مہد تا لحد اسی کام میں صرف ہو گئیں۔ قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی محنت، دعاؤں اور کوشش کا نتیجہ ہے جو تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ ع

ذوق ایں بادہ نیابی بخدا تا نہ چشی

اسی طرح قرآن شریف کی انگریزی تفسیر حضور کے ارشاد اور ہدایات کے ماتحت میرے محترم

بھائی ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے نے جا(ک)
مبسوط جلدوں میں لکھی ہے جو تین ہزار صفحات
پر مشتمل ہے اور انہوں نے ایم۔اے پاس
کرنے کے بعد جوانی کے زمانے میں اس کام
کو شروع کیا اور اسی کام کو اب بڑھاپے
تک سرانجام دیا اور یہ تفسیر بھی تمام دنیا میں
شائع ہو چکی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

؎ حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

اسی طرح دنیا کی کئی زبانوں میں حضور کے
ارشاد و ہدایات کے ماتحت اور تفسیر کبیر کی
روشنی میں ہماری جماعت کی طرف سے متعدد
زبانوں میں قرآن شریف کے تراجم شائع
ہو چکے ہیں جو حضور کی رہنمائی اور رہبری اور
دعاؤں کا نتیجہ ہیں ؎

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد
از کماندار بیند اہلِ خرد

علاوہ ازیں یہ تراجم اس بات کا بھی زندہ ثبوت
ہیں کہ حضور کے خدام نے کس جاں نثاری
سے اسلام کی خدمت کی ہے۔ منہ سے باتیں
بنا لینا اور بات ہے اور ٹھوس اسلامی
خدمت کرنا اور ؎

شیخ قوم از خادم اسلام نیست
خنجر جوہر ہیں است او صمصام نیست (اقبال)

(ط) تفسیر کبیر کے بعد تفسیر صغیر ہر عامی و عارف
کے لئے ایک غیر مترقبہ نعمت ہے اور پاکیزہ
اور فصیح ترجمہ کے لحاظ سے اردو زبان میں
ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

حضور کی زندگی کا مقصد دنیا میں اسلام اور
قرآن شریف کو پھیلانا ہے اس لئے آپ نے دنیا
کے ہر طبقہ کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ اس طبقہ
میں والیانِ ملک بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حضور کی تین
کتابیں "تحفۃ الملوک"، "دعوۃ الامیر"، "تحفہ شاہزادہ
ویلز" اس تبلیغ کی آئینہ دار ہیں۔ تحفۃ الملوک میں
اعلیٰحضرت نظام حیدر آباد دکن مخاطب ہیں۔ اور
دعوۃ الامیر میں والیٔ افغانستان اور تحفہ
شاہزادہ ویلز میں ولیعہد انگلستان کو اسلام کی
دعوت دی گئی ہے۔ تبلیغ کو زیادہ موثر بنانے کیلئے
تحفہ شاہزادہ ویلز کی اشاعت میں تمام جماعت نے
ایک آنہ فی کس ادا کر کے حصہ لیا اور یہ امر بھی ایک
کشش کا باعث ہوا۔ تبلیغ حکمت سے ہوتی ہے
اور تمام جماعت کی طرف سے یہ تحفہ پیش کرنے میں
یہی حکمت پیش نظر تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو اسلام
کی دعوت دی تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
بھی اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے کتاب
تحفہ قیصریہ لکھی اور انگلستان کی ملکہ کو اسلام کی
دعوت دی وہ ملکہ جو دنیا کے پانچویں حصہ کی حکمران
شمار ہوتی تھی۔ اسی نمونہ کی پیروی میں ہمارے امام نے

مذکورہ بالا تین والیانِ سلطنت کو حق کا پیغام پہنچایا وما علینا الا البلاغ ۔ کیا اس زمانے میں جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی اور شخص یا جماعت نے والیانِ سلطنت کو اسلام کی دعوت دینے کی ہمت کی ہے؟

اس سوال کا جواب ہر انصاف پسند خود دے سکتا ہے ۔ بادشاہوں کو مخاطب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ؎

گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند

بادشاہوں کو دعوت دینے میں قولِ لین، مخاطب کا احترام اور نیز داعی کا منصب، اور وقار قائم رہنا ضروری ہوتا ہے ۔ اور مذکورہ بالا تینوں تصانیف میں ان باتوں کا ایسا امتزاج ہے کہ باید و شاید ۔ اور یہ تصانیف آئندہ دعوتِ ملوک کے لئے مشعلِ راہ ہیں ۔ واللہ الموفق

جماعت احمدیہ ایک خادمِ اسلام اور تبلیغی جماعت ہے اور سیاسی معاملات میں براہِ راست دخل انداز نہیں ہوتی ۔ سوائے اس کے کہ سیاسیات کی زد اسلام اور مسلمانوں پر پڑتی ہو ۔ ایسے ہی مخالف حالات تھے جبکہ ہمارے امام نے تین کتابیں تصنیف کیں جن میں قرآن شریف کے بیان کردہ اصولِ سیاست کو نمایاں کیا گیا ۔ ان کتابوں کے یہ نام ہیں ترکِ موالات ۔ نہرو رپورٹ پر تبصرہ ۔ ترکی کا مستقبل ۔ ان کتابوں سے بھی ظاہر ہے کہ ان کا مصنف علوم ظاہر و باطن سے پُر ہے ۔

ولله الحمد ۔

---

(۱) فنِ صحافت بھی تبلیغ کے لئے ضروری چیز ہے ۔ حضور نے اپنی نوجوانی کے زمانہ میں بھی ایک ماہوار رسالہ تشحیذ الاذہان جاری فرمایا ۔ اور جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے ۔ اس کا مقصد ذہنوں کو تیز کرنا اور اسلام کی خدمت میں لگانا تھا چنانچہ بہت سے نوجوان اس رسالے کے مضمون نگار رہے اور اب یہ رسالہ ایک دوسری غرض یعنی اطفال کی تربیت کیلئے وقف ہے ۔

(۲) تشحیذ کے بعد حضور نے الفضل اخبار جاری کیا اور خود اس کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے ۔ جب حضور کو اللہ تعالیٰ نے خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا تو اخبار کے لئے حضور نے بعض نوجوانوں کو صحافت کا کام سکھایا جو بعد میں الفضل کے ایڈیٹر ہوئے اور الفضل ہفتہ وار سے سہ روزہ اور پھر روزانہ ہو گیا ۔ حضور گو خود اخبار کے ایڈیٹر نہ رہے لیکن آپ کی رہنمائی ہمیشہ اخبار مذکور کو حاصل رہی ۔

(۳) ۱۹۳۲ء میں تحریک آزادیٔ کشمیر کی قیادت ہندوستان کے مسلمانوں نے آپ کے سپرد کر دی تھی ۔ اس تحریک کو چلانے کے لئے آپ ہر ہفتہ ایک مکتوب "برادرانِ کشمیر کے نام میرا خط" شائع فرماتے تھے اور حق بات یہ ہے کہ ان مکاتیب کی بدولت تحریک آزادیٔ کشمیر نے روز افزوں ترقی کی ۔ تحریک زندہ رہی اور اہلِ کشمیر کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوتے گئے ۔ حضور نفسیات کے بہت بڑے ماہر ہیں اور ان مکاتیب میں یہی علم النفس کامیابی کا

موجب ہوا۔

غرض یہ ہے کہ صحافت کے میدان میں بھی حضور نے اسلام اور مسلمانوں کی گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

اس زمانے میں شارٹ ہینڈ، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کے ذریعہ سے تقریر اور تحریر میں بعد فاصل باقی نہیں رہی۔ اس لحاظ سے حضور کی تقاریر، خطبات اور جلسہ سالانہ کی تقریریں حضور کی تصانیف میں شامل ہیں۔ اور یہ ایک بہت بڑا سرمایہ تصنیف کا ہے جس میں قرآنی علوم، جماعت کی تربیت، مشکل مسائل کا حل اور عہد بہ عہد جماعت کی ترقی کے حالات بیان ہوئے ہیں اور یہ تقاریر بجائے خود جماعت احمدیہ کے علم کلام اور تاریخ احمدیت کا ریکارڈ ہیں۔

اردو زبان کی ترقی میں حضور کی تصانیف ایک امتیازی درجہ رکھتی ہیں۔ آپ کی مادری زبان دہلی کی پاکیزہ اردو ہے جس پر عربی زبان اور قرآنی علوم اثر انداز ہوئے اور الٰہیات اور اخلاقیات کے لحاظ سے آپ کی تصانیف کا بدل اردو زبان میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ ایسے ایسے باریک روحانی مسائل آپ کی زبان اور قلم سے اردو زبان میں بیان ہوئے ہیں کہ یہ زبان تنگ دائروں سے نکل کر وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی ہے۔

حضور کا ایک مضمون "رحمۃ للعالمین" کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق پر ہے۔ اس مضمون میں اردو زبان کی شان علم معانی و بیان استعارہ و مجاز انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق پر اردو نثر میں ادبی شان اور عظمت کے لحاظ سے اس مضمون کا بدل ملنا مشکل ہے۔ یہ مضمون ایسی نثر میں لکھا گیا ہے کہ گویا نثر کے اندر نظم کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ بلحاظ نعت کے اس مضمون کو علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کے ساتھ پڑھنا ایک عجیب لطف پیدا کرتا ہے۔

۱۸۹۶ء میں لاہور میں ہندوستان کے مذاہب کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور ہر مذہب کے نمائندوں نے پُرامن طریق پر اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجوزہ پانچ سوالوں کو مدنظر رکھ کر اسلامی فلسفہ بیان فرمایا اور یہ مضمون مسلمہ طور پر تمام مضامین پر جو اس جلسہ میں پڑھے گئے غالب رہا۔ یہ مضمون اردو میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" اور انگریزی میں "Teachings of Islam" کے نام سے اور دنیا کی دوسری مختلف زبانوں میں بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے اور مذہبی دنیا کے اندر مقبول و معروف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ۱۹۲۴ء میں لنڈن میں اسی قسم کی ایک مذاہب کی کانفرنس منعقد ہونی قرار پائی۔ ہمارے امام نے اس موقع کو اسلامی تبلیغ کا ذریعہ سمجھا۔

بفحوائے ؎

ہے ساعت سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو میں کر دوں انجام خدا جانے

چنانچہ اس مذہبی کانفرنس کے لئے حضور نے قلم برداشتہ وہ مضمون رقم فرمایا جو "احمدیت یا حقیقی اسلام" کے نام سے اردو اور انگریزی میں شائع شدہ ہے۔ اس تقریب پر جماعت سے مشورہ کرنے کے بعد حضور خود لندن تشریف لے گئے اور مذکورہ جلسہ میں یہ مضمون سنایا گیا۔

یہاں پر دو باتوں کا ذکر کر دینا ضروری ہے ایک یہ کہ حضور کی تصانیف قلم برداشتہ اور ارتجالاً لکھی گئی ہیں اور اس کی وجہ قرآنی علوم کی فراوانی اور علوم جدیدہ کا کثیر مطالعہ ہے جس کے نتیجہ میں حضور پے در پے اسلام کی خدمت کے لئے قلم اور زبان سے کام لیتے رہے ہیں اور گذشتہ ۵۰ سال کا زمانہ اسی قلمی اور لسانی جہاد کا ثبوت ہے۔ مصنفوں کا قاعدہ ہے کہ بڑا تفکر، حک و اصلاح، نظر ثانی، کانٹ چھانٹ، ترمیم و اضافہ اپنی تصانیف کیلئے بروئے کار لاتے ہیں تب کہیں جا کر کوئی تصنیف منصۂ شہود پر آتی ہے۔

حضور کی ذمہ داریاں اور اشغال اتنے کثیر رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی خاص امداد فرمائی اور وہ تصانیف حضور کے قلم سے ظہور میں آئیں جو علمی، ادبی اور روحانی اقدار کی حامل ہیں اور رہتی دنیا تک مصنفین کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری خوبی حضور کی تحریر میں یہ ہے کہ حضور کی عبارت سلیس، رواں اور عام فہم ہوتی ہے کیونکہ حضور کی تصانیف کے مخاطب ہر طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ عامی ہو یا عارف اپنے ظرف کے مطابق ان تصانیف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس سلاست اور روانی کا ایک اور نتیجہ یہ ہے کہ حضور کی تحریریں دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے مترجم کو کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اسی لحاظ سے حضور کی متعدد تصانیف انگریزی، فارسی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں تاکہ قرآنی علم کلام سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔

علم شعر بھی اگر اس سے صحیح کام لیا جائے تو قوموں اور جماعتوں کی ترقی میں ایک مؤثر ذریعہ ہوتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ کے لئے حضور نے اس ذریعہ سے بھی کام لیا ہے۔ محض شعر گوئی کے لئے نہیں بلکہ اس شاعری سے بالکل الگ تھلگ رہ کر جو قرآن حکیم کی نظر میں مذموم ہے اور اس شعر گوئی کو اختیار کر کے جس کی استثناء اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر حضرت حق سبحانہ نے خود فرمائی ہے۔ حضور کا اپنا قول اپنے اشعار کے متعلق حسب ذیل ہے:۔

"چونکہ میں تکلف سے شعر نہیں کہتا،
ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے پڑھو
اور غور کرو، خدا کرے یہ درد بھرے

کلمات کسی سعید رُوح کے لئے مفید

اور بابرکت ہوں"۔

جب صورت یہ ہے تو حضور کا کلام ایک جداگانہ راہ پر گامزن ہے اور اس کا مقابلہ یا موازنہ کسی دوسرے کے کلام سے کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس مضمون کا یہ مقصد ہے کہ فنی اعتبار سے حضور کے کلام پر تقریظ کی جائے۔ گو واقعہ یہ ہے کہ حضور کا کلام اعلیٰ سے اعلیٰ ادبی معیار پر پورا اُترتا ہے۔ سلاستِ زبان، محاورات کا دروبست، بندش کی خوبی، ادائے مطالب میں الفاظ کا پورا اُترنا، کلام کی تاثیر جو دلوں میں راہ پیدا کرتی ہے یہ تمام خوبیاں حضور کے کلام میں موجود ہیں۔ لیکن حضور کا کلام ایک بالکل جداگانہ انداز پر ہے۔ یعنی اسلامی تعلیمات، قرآن شریف کی مدح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق، خدا تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کا بیان۔ یہ وہ مضامین ہیں جو علم شعر کا منتہا ہونے چاہئیں اور حقیقی طور پر شعر کا موضوع بننے چاہئیں۔ مروجہ شاعری ان مضامین سے ہمکنار نہیں ہے۔ اور اگرچہ شعر حسن و عشق کے شبستانوں سے نکل کر ملکی و قومی خدمت کے میدانوں میں گامزن ہو چکا ہے مگر شعر کے لئے ابھی روحانیات کی فلک پیمائی باقی ہے!

مندرجہ بالا مقصود کے پیشِ نظر حضور نے شعر سے کام لیا ہے۔ گرتوں کو اُبھارنے کے لئے، جماعت کی تربیت کے لئے، قربِ الٰہی کے حصول کی خاطر۔ آپ شعر کہتے رہے ہیں خصوصاً ہر جلسہ سالانہ کے موقع پر تو یقینی رنگ میں کوئی نہ کوئی نظم حضور نے کہی ہے اور حضور کی شاعری کا مطمحِ نظر اور مقصود خدا تعالیٰ کی خوشنودی ہے ؎

برافگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے را می پرستند

اس تعلق میں ایک اور امر بھی قابلِ ذکر ہے۔ بعض دفعہ چھپنے سے پہلے حضور اپنی تصنیف احبابِ جماعت کو سنا دیا کرتے تھے اور فنِ تصنیف میں یہ امر بھی بڑا موثر ہے کیونکہ اس سے تصنیف کا اثر معلوم ہو جاتا ہے اور اگر کوئی مشورہ مفید ہو تو وہ بھی زیرِ نظر رکھا جا سکتا ہے

جیسا کہ مضمون کے ابتداء میں ذکر کیا گیا تھا حضور کی زندگی کا مرکز اور محور قرآن شریف کی خدمت اور اس کے علوم کی اشاعت رہا ہے اور گزشتہ ۵۰ سال کا عرصہ اس بات کا گواہ ہے اور زمانے نے اُسے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو فرمائی گئی تھی حرف بحرف اور من وعن پوری ہوئی:۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ
کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی
السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ۔

اضطراب

(جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم، از راہوالی)

چھپا نہ ہم سے بالفاظِ آشکار بتا　　ہوں کیسے تیری محبت میں کامگار بتا

مرے حبیب دل و جاں تیرے نثار تھا　　بتا علاج غم و درد روزگار بتا

کبھی حیات کی منزل میں نامرادی سے　　پڑا نہ واسطہ جس کو وہ بختیار بتا

مجھے تلاش ہے ان خوش نصیب بندوں کی　　جو ہو چکے تیری الفت میں کامگار بتا

ترس رہا ہے کنول آرزو کا پانی کو　　برس رہا ہے کہاں ابر کیف بار بتا

جہاں میں تیرے سوا کون اے خدائے جنوں　　عطا کرے گا مجھے دولتِ قرار بتا

کیا نثار نہ دل کس نے تیرے جلوے پر　　نہ کون تیری نظر کا ہوا شکار بتا

ترے حضور میں ہوش و خرد کا کام نہیں　　شراب خانے میں ہے کون ہوشیار بتا

ہے صبر شیوہ اخیار جانتا ہوں میں　　مگر نہ ہو جسے دل ہی پہ اختیار بتا

نہ ٹال وعدۂ فردا پہ نو نیازوں کو　　کریگا کون قیامت کا انتظار بتا

ہر ایک زخم پہ دیتا ہے دعا تجھ کو　　بجز ہمارے ہے کون ایسا دلفگار بتا

ہے صبر کی متقاضی تو اضطرار، رہِ دوست　　ہے بات جو بھی بتانے کی بار بار بتا

بتا ہماری وفاؤں میں ہے کلام کوئی

نہیں ہے کیا ترا تسنیم جاں نثار بتا

احمدی نوجوانوں کی تنظیم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک عظیم احسان

(از محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ایک قوم کا راہنما اس قوم کا محسن بھی ہو سکتا ہے اور قوم کو ہلاک کرنیوالا بھی۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اپنی قوم کو ہلاکت کے سیلاب سے بچا کر کامیابی کے گھاٹ پر اتارتے ہوئے نظر آتے ہیں وہیں ہمیں فرعون کی یہ تصویر بھی دکھائی دیتی ہے کہ فَاَوْرَدَهُمُ النَّار وہ اپنی قوم کو جہنم کی طرف لے گیا۔ پس رہنما کی حیثیت بڑی اہم اور غیر معمولی ذمہ داری کی حامل ہوتی ہے اور خوش بخت ہوتا ہے وہ راہنما جو اپنی قوم کا محسن ہو اور خوش نصیب ہوتی ہے وہ قوم بھی جسے ایک محسن راہنما عطا ہو۔ کیونکہ اس کے احسانات کا دائرہ ایک عام محسن کے احسانات کی طرح محدود نہیں ہوتا بلکہ بنی نوع انسان کا ایک وسیع حصہ اس سے فیضیاب ہوتا ہے۔

میں آج اپنے جس راہنما کے ایک احسان کا تذکرہ کرنے لگا ہوں اس کی تو پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر رکھا تھا کہ وہ قوم کا ایک محسن راہنما ہوگا اور اپنے حسن و احسان میں امام آخر الزمان کا نظیر ہوگا یہی نہیں کہ صرف اس کی اپنی قوم ہی اس کے احسانات سے فیضیاب ہوگی بلکہ وہ فیض بہت سی قوموں کے لئے عام ہوگا قومیں اس سے برکت پائیں گی اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کے حسن و احسان کا ذکر لمبے تذکروں اور عمر بھر کی محفلوں کو چاہتا ہے۔ آپ کے احسانات میں سے بعض تو انفرادی نوعیت کے ہیں۔ اور آپ کے زمانہ خلافت کے اب تک کے پچاس سالوں میں لاکھوں کی جماعت میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ پھر وہ جماعت کے دائرہ تک ہی محدود نہیں بلکہ غیر از جماعت افراد میں سے بھی سینکڑوں ہزاروں نے مختلف وقتوں میں مختلف صورتوں میں ان کے میٹھے پھل چکھے بلکہ خوب سیر شکمی کے ساتھ ان سے لطف اندوز ہوئے لیکن ان احسانات کا تذکرہ نہ تو میرا مقصود ہے نہ ہی میں بعض مصالح کے پیش نظر ان کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنے اس مضمون کے لئے جس نوعیت کے احسانات میں سے صرف ایک کو چنا ہے وہ قومی احسانات ہیں یعنی ایسے احسانات جن کے دائرے میں کم و بیش ایک قوم کے تمام افراد سما سکتے ہیں جو ایسی بارش کی طرح ہوتے ہیں کہ جن وسیع علاقوں پر برستے ہیں شاداب اور بنجر

زمینوں کی تمیز نہیں کرتے چھینٹیں بھی ان سے ویسا ہی
حصہ پاتی ہیں جیسے زرخیز زمین ریگستانوں پر بھی ویسا ہی
برستے ہیں جیسے بوستانوں پر۔

پھر یہ احسانات بھی آگے دو قسموں میں منقسم کئے
جا سکتے ہیں کچھ ایسے جن کو وسعتِ مکانی تو حاصل ہو
لیکن وسعتِ زمانی سے محروم ہوں اور ان کا عرصۂ فیض
عارضی اور وقتی ہو۔ جیسے پہلی کسی قسم کی وقتی مگر شدید
مشکلات اور خوفناک ابتلاؤں میں سے مختلف وقتوں
میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کامیابی کے ساتھ
نکال کر لے جاتے رہے۔ ایسے تمام احسانات گو بہت
ہی عظیم الشان نوعیت کے ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہمیشہ
تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھے جائیں لیکن اس سے
بھی انکار نہیں کہ ان کا عرصۂ فیض رسانی عارضی تھا۔ انکے
مقابل پر بعض قومی احسانات وسعتِ مکانی بھی اپنے اندر رکھتے
ہیں اور وسعتِ زمانی بھی۔ میرے نزدیک احسانات کی جملہ
اقسام میں سے یہ قسم سب سے زیادہ حسین قابلِ ستائش اور لائق
شکریہ ہے۔

صاحب شریعت انبیاء کے سوا بہت کم دوسرے
راہنماؤں کو خواہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی یہ توفیق ملتی ہے
کہ اس قسم کے مستقل اور وسیع نوعیت کے احسانات سے جو
گویا ایک وسیع اور عظیم الشان صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتے
ہوں اپنی قوم کو نوازیں۔ اس پہلو سے دنیا کا محسنِ اعظم محسن
و احسان میں لاثانی جس کے پاسنگ کو بھی کوئی دوسرا نہیں
پہنچتا بلاشبہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہے کہ اپنے احسانات میں عرب و عجم
اور گورے کالے کی تمیز نہ رکھی اور دنیا کی ہر قوم کا محسن بن
کر آئے اور زمانے کی انتہا تک آپ کے احسانات کا
سلسلہ ممتد ہوا۔ یہ محض آپ ہی کی قوتِ قدسیہ کا فیض
ہے کہ آپ کے غلام زادوں کو بھی آپ کی پیروی میں آپ کے
اس عظیم الشان حسن و احسان میں سے کچھ حصہ ملا اور انکا
دائرۂ فیض بھی وسیع ہوا اور ان کا عرصۂ فیض مختلف زمانوں
تک ممتد ہوا۔

حضرت مصلح موعود کے اس نوعیت کے احسانات
میں سے آج میں مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا ذکر کرتا
ہوں اور یہ احسان اتنا عظیم الشان اور ایسا دور اثر ہے
کہ اس کی عظمت کا صحیح اندازہ شائد بعد کے آنے والے
مؤرخین ہی صحیح لگا سکیں گے ہماری نظریں اپنے قرب
کی وجہ سے ابھی اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی اہل
نہیں۔

قوموں کی اخلاقی ترقی اور تنزل کے اتار چڑھاؤ
کے خطوط کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اخلاقی گراوٹ
ہمیشہ نوجوان نسلوں کے ذریعہ شروع ہوتی ہے گویا ہر
دوسری نسل زینے کے اگلے قدم کی حیثیت رکھتی ہے اور بالعموم
قوموں کا اخلاقی سفر اپنی ہر اگلی نسل کی اخلاقی گراوٹ کے
ذریعہ ایک ایک زینہ اترتے ہوئے شخص کے مشابہ ہوتا ہے قرآن حکیم
نے اسی خطرے سے مسلمانوں کو مختلف رنگ میں خبردار فرمایا
لیکن افسوس کہ انہوں نے خطرے کی ان جھنڈیوں کی کچھ بھی
پرواہ نہ کی اور اسی لئے وقت تنبیہہ سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس خطرے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا
ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ۔ کہ قومیں اس طرح تنزل
اختیار کرتی ہیں کہ جب نیک نسلیں گزرنے لگتی ہیں تو اپنے پیچھے
نوجوانوں کی ایسی نسلیں چھوڑ جاتی ہیں جو عبادتِ الٰہی سے
غافل ہو جاتے ہیں اور ہوا و ہوس سے آنکھ مچولی کھیلنے
لگتے ہیں۔ پس اس نئی نسل کی حفاظت کی غرض سے بلکہ ہر
آئندہ نسل کو ٹھوکروں سے بچانے اور استحکام بخشنے کی
خاطر ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے
مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد ڈالی یہ اس زمانے کی بات ہے
جب جماعت مصری فتنے سے نبرد آزما تھی چنانچہ سب سے پہلے
مجلس خدام الاحمدیہ کے سپرد جو کام کیا گیا وہ اسی فتنے کا
مقابلہ تھا لیکن یہ تو ایک وقتی اور جزوی بات تھی خدام الاحمدیہ
کے قیام کی اصل غرض و غایت اس سے بہت زیادہ وسیع،
اہم تر اور شاندار تھی۔ اپنی ابتدائی صورت میں مجلس خدام الاحمدیہ
صرف دس نوجوانوں پر مشتمل تھی لیکن بہت جلد اس کا پھیلاؤ
بڑھ گیا اور بالآخر تمام احمدی نوجوانوں کی اس میں شمولیت
لازمی قرار پائی۔ قیام کے پانچ روز بعد یعنی ۴
فروری ۱۹۳۸ء کو اس مجلس کا باقاعدہ نام مجلس خدام الاحمدیہ
رکھا گیا ابتداء میں مطمح نظر تحصیلِ علم کے بعد قلمی جہاد کرنا
تھا۔ چنانچہ یہ چند نوجوان قرآن و حدیث، تاریخ و فقہ اور
دیگر اسلامی علوم سے ٹھوس استفادہ کرنے کے بعد اہم
دینی مسائل پر مضامین لکھنے کی مشق کرتے اور ان میں سے
بعض اخبارات میں بھی شائع کرواتے۔ ان مضامین سے متعلق
حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خود اپنی اس قیمتی رائے
کا اظہار فرمایا کہ

"وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے اور میں
سمجھتا ہوں کہ دوسرے مضمونوں سے
دوسرے نمبر پر نہیں ہیں"

ان دنوں مجلس خدام الاحمدیہ کی مثال ایک عظیم الشان
دریا کے منبع کی طرح تھی جو ایک چھوٹے سے پہاڑی چشمے
کی صورت میں پھوٹتا ہے اور اس کے دہانے پر کھڑے
ہو کر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہی پانی بڑھ کر عظیم الشان
دریا بن جائے گا جس سے نہریں نکالی جائیں گی اور پیاسی
زمینیں سیراب کی جائیں گی چنانچہ بعینہٖ اسی طرح مجلس
خدام الاحمدیہ کا چشمہ بھی پھوٹا۔ اس چشمہ کے مقدر میں ایک
نافع الناس دریا بننا تھا جس کا دھارا دن بدن نئے
مقاصد کی شمولیت کے ساتھ موٹا ہوتا چلا گیا اور کاموں
کا پھیلاؤ دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ تربیت کے نئے نئے
پروگرام مرتب ہونے لگے اور اس ذہن سے جس کے متعلق
خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔
آبپاشی کی نئی نئی سکیمیں پھوٹنے لگیں۔ "وقارِ عمل" کے ذریعے
خدام الاحمدیہ سے توقع کی گئی کہ وہ چھوٹی عزتوں کو مٹا کر
ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہی میں عزت اور فخر محسوس
کریں۔ معذوروں، مسکینوں اور بیوگان وغیرہ کی خبر گیری
کی تلقین کے ساتھ شعبۂ خدمتِ خلق وجود میں آیا اور
اپنی ذات میں یہی ایک وسیع لائحہ عمل کی صورت اختیار کر گیا
نماز باجماعت کے قیام کی جد و جہد بھی خدام الاحمدیہ کے
سپرد کی گئی اور یہ کام بھی اپنی اہمیت کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ
کے لائحہ عمل میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر گیا اور صرف
اسی حد تک نہیں رہا بلکہ دیگر تربیتی امور کی شمولیت کے ساتھ
مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک اہم اور بنیادی شعبہ بن گیا ہے

"شعبہ تربیت" کہا جاتا ہے۔ انسداد آوارہ گردی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی۔ لغویات سے روکنے کا کام بھی سپرد ہوا غرضیکہ گزرتے ہوئے وقت کے پہلو بہ پہلو مجلس خدام الاحمدیہ جوں جوں اپنا یہ تاریخی سفر طے کرتی چلی گئی آسمانی پانی سے بھرپور نئے ندی نالے اس میں آآ کر ملتے رہے۔ کہیں تربیتی پروگرام کے نالے نے اس کے حجم میں اضافہ کیا اور کہیں خدمتِ خلق کا نالہ اس میں آ شامل ہوا۔ تبلیغ کا بھی ایک علیحدہ پروگرام مجلس کے سپرد کیا گیا اور شعبہ تبلیغ کی الگ بنا ڈالی گئی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء کے اواخر تک یہ مجلس صرف پروگرام کے لحاظ سے ہی وسیع تر نہیں ہوئی بلکہ اپنی رکنیت کے لحاظ سے بھی اس کے دائرے نے چند افراد سے پھیل کر ساری جماعت کے نوجوانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اب ہر وہ فردِ جماعت جو پندرہ سال کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک ہو بحیثیت ایک احمدی نوجوان لازماً اس کا ممبر شمار ہونے لگا۔

اس وقت تک حضور کے مختلف ارشادات کی روشنی میں مجلس خدام الاحمدیہ نے اپنے لئے جو لائحہ عمل تجویز کیا وہ خلاصۃً مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل تھا۔

۱۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم۔

۲۔ ان میں قومی روح پھونکنا اور جذبہ ایثار پیدا کرنا۔

۳۔ اسلامی تعلیم کی تکمیل و ترویج و اشاعت تحصیل علم کا شوق اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا

۴۔ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا، ماحول کو صاف ستھرا رکھنا اور محنت اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت کا وقار پیدا کرنا۔

۵۔ طبیعت میں استقلال پیدا کرنا۔

۶۔ ذہانت کو تربیت کے ذریعے تیز کرنا۔

۷۔ ذہنی صحت کے ساتھ ساتھ صحتِ جسمانی کا خاص خیال رکھنا اور اسکے لئے معین پروگرام بنا کر اس پر عمل درآمد کرنا۔

۸۔ اسلامی اخلاق میں خود رنگین ہونا اور دوسروں کو رنگین کرنا تا کہ سچائی، دیانت، امانت، وفا پاکیزگی اور دیگر اخلاقِ حسنہ جو دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں پھر سے عملی صورت میں قائم اور راسخ کئے جائیں اور ایک ایسی نمونے کی اسلامی نوجوان سوسائٹی کی بنیاد پڑے جو ان اخلاقِ حسنہ کی حفاظت کا عہد کرے اور عملاً اس عہد کو نبھا کر دکھائے اور آئندہ نوجوان نسلوں تک اس امانت کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتی چلی جائے۔

۹۔ قوم کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کرنا کہ جب وہ خدام کی عمر تک پہنچیں تو نمونے کے تربیت یافتہ اسلامی سپاہی بن چکے ہوں۔

۱۰۔ دین کی خدمت کا نوجوانوں میں جوش پیدا کرنا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح کو توانائی بخشنا۔

۱۱۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنا اور خدمتِ خلق کی ایک لَو دلوں میں لگا دینا۔ اسلام اور احمدیت کے مسائل پر غور و فکر کی عادت ڈالنا اور بہتری کے لئے تجاویز سوچ کر ہر مفید بات کو عملی جامہ

پہنانا وغیرہ وغیرہ۔

حضور نے جس عظیم اور مستقل مقصد کو پیش نظر رکھ کر اس مجلس کو قائم فرمایا تھا وہ حضور کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولاد کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے ہمارے دلوں کیساتھ سمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو اگر ایک یا دو نسل تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دیگی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"

(الفضل ۱۷ فروری سنہ ۱۹۳۹ء)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلے پر کیا کیا حملہ کیا جائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اور اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں اور در حقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے اس فوج کی جس فوج نے احمدیت کے دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کرنی ہے جس نے احمدیت کے جھنڈے کو فتح اور کامیابی کے ساتھ دشمن کے مقام پہ گاڑنا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں ہیں وہ میری باتوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ آج نوجوانوں کی ٹریننگ اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوا مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے در حقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔"

(الفضل ۷ اپریل سنہ ۱۹۳۹ء)

بس کیا کسی راہنما کا اپنی قوم پر یہ احسان کم ہے کہ وہ اس کے موجودہ نوجوانوں کی تربیت ہی کا نہیں بلکہ نسلاً بعد نسلٍ نوجوانوں کی ہر آنیوالی پود کی تربیت کا بھی ایک ایسا شاندار اور باقی رہنے والا انتظام کرے کہ وہ خام مال کی طرح اس کے قائم کردہ تربیت کے ایک عظیم الشان کارخانہ میں داخل ہوں اور جب دوسرے کنارے سے تیار ہو کر نکلیں تو ایک اعلیٰ درجہ کی صیقل شدہ مکمل شکل کی صورت

اختیار کر چکے ہوں جو نظامِ اسلامی کا ایک زندہ خلاصہ ہو۔

مَیں مجلس خدام الاحمدیہ کے رُکن کی حیثیت سے اپنے بیس (۲۰) سالہ تجربہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر احمدی نوجوان مجلس خدام الاحمدیہ کے عظیم الشان کارخانے میں سے وسیع پیمانے پر طوعاً و کرہاً نہ گزارے جاتے تو آج احمدیت کے مسائل سینکڑوں گنا زیادہ بھیانک صورت اختیار کر چکے ہوتے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے تربیت یافتہ صحابہ کے گذر جانے کے بعد ہماری مثال ایک ایسے ملک کی سی ہوتی جس کی فوج ابتدائً چیدہ چیدہ نامور مشّاق ماہرِ فن سپاہیوں پر مشتمل ہو لیکن رفتہ رفتہ وہ سارے سپاہی ملک کے نام کی خاطر اپنا اپنا وقت پورا کر کے قربان ہو جائیں اور اُس وقت یہ تکلیف دہ بھیانک صورتِ حال واضح ہو کہ ان کی جگہ لینے کے لئے سپاہیوں کی کوئی دوسری فوج تیار نہیں۔ نہ ہی کوئی ایسی تربیت گاہ موجود ہے جہاں سے ڈھل ڈھل کر نئے سپاہی پرانے گزرنے والوں کی جگہ لینے کے لئے آگے آتے رہیں مجلس خدام الاحمدیہ نے نئی نسلوں کی تیاری کے سلسلے میں بعینہٖ فوجی تربیت گاہوں کا سا کام کیا ہے اور احمدیت کے بقا اور قیام کے سلسلہ میں اس تحریک کی قیمت کا اندازہ کرنا ہر نظر کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے ایک جوہری کی آنکھ کی ضرورت ہے اور ایک ماہرِ فن کی بصارت درکار ہے۔ مَیں مشاہدہ کی بناء پر نہایت بصیرت سے یہ گواہی دیتا ہوں کہ مصلح موعود کے دوسرے تمام احسانات سے اگر وقتی طور پر آنکھیں بند بھی کر لی جائیں تو صرف مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام ہی آپ کو سچا اور برحق مصلح موعود ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کتنی بگڑی ہوئی زندگیاں اس نظام کے ذریعے سنور گئیں اور سنورتی چلی جا رہی ہیں کتنے ہی اسلام سے دور ہوتے ہوئے قدموں کو اس کی سلاسل نے تھام لیا۔ کتنے ہی غیر ذمہ دار کندھوں پر ذمہ داری کے بوجھ لادے اور غلامانہ ان کو اسلام کی خدمت کے لئے مسخر کر لیا۔ مجھ سے ایک مرتبہ ایک بڑی مجلس کے قائد نے بیان کیا کہ اگر مجلس خدام الاحمدیہ کی تحریک نہ ہوتی تو مَیں شاید اسلام ہی سے نہیں خدا سے بھی برگشتہ ہو چکا ہوتا انہوں نے میرے سامنے جو اپنی زندگی کے حالات بیان کئے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی کالج کی تعلیم کے زمانہ میں کلیتہً مذہب سے متنفّر ہو چکے تھے اور احمدیت سے عملاً لاتعلق ہو گئے تھے لیکن ان کے احتجاجات کے باوجود مجلس خدام الاحمدیہ کے کارندوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور آخر رفتہ رفتہ دین کی محبّت کا ایسا شعلہ ان کے سینے میں بھڑکا دیا اور خدمتِ اسلام کی ایسی لو لگا دی کہ اب خدام الاحمدیہ انہیں چھوڑ بھی دے تو وہ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ تو صرف نمونہ کی ایک مثال ہے لیکن فی الحقیقت ایسی مثالیں ایک یا دو یا سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزارہا سے بڑھ کر ہوں گی کہ دین سے دور ہٹتے ہوئے نوجوانوں کو مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیم کی برکت سے اپنا رُخ موڑ کر دین کی طرف والہانہ قدموں کے ساتھ بڑھنے کی توفیق ملی۔

اور اس حقیقت کا تو ہر خادم زندہ گواہ ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کے طفیل اسے کتنی ہی نیکیوں کے اختیار کرنے کی توفیق ہوئی اور کتنی ہی بدیوں سے بچنے کے بروقت

انتہاء پہنچے۔ اگر دیانتداری سے ہر خادم اپنے اعمال کا ایک سرسری سا جائزہ بھی لے تو یقیناً یہ حقیقت اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہے گی (خواہ اس کا واضح احساس اس سے پہلے اسے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو) کہ اس کے بہت سے نیک اعمال، اس کے دینی علم کی پونجی کا ایک معتد بہ حصہ، اسکی قوتِ عمل، اس کے اخلاقِ حسنہ، اس کا انکسار، اس کی بدیوں سے نفرت، اس کے خدمتِ خلق کے جذبات، اسکی اطاعت کی روح، اس کا نظام کا احترام، اس کی عادات و اطوار کی باقاعدگی اور مستقل مزاجی، اس کی تحریر اور اسکی تقریر بلکہ اس کا اٹھنا بیٹھنا، جاگنا اور سونا یعنی زندگی کے تمام انواع کے افعال اور صورتیں مجلس خدام الاحمدیہ کے ممنونِ احسان اور مرہونِ منت ہیں۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں جس کی خوبیوں کو جلا بخشنے میں مجلس خدام الاحمدیہ کا نہ تھکنے والا ہاتھ کارفرما نظر نہ آتا ہو۔ کوئی بدیاں ایسی نہیں جنہیں ہٹا ڈالنے کے لئے اس ہاتھ نے اَن تھک جدوجہد نہ کی ہو غرضیکہ ہماری زندگیاں بہر نوع یا اسی مجلس کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی ہیں۔

یہ درست ہے کہ خام مال اپنی خام کاری کے سبب بعض اوقات ہر سانچے میں ڈھل نہیں سکتا اور نقاش کے ہر نقش کو اپنی ہستی پر جمانے کا اہل نہیں ہوتا مگر جس حد تک بھی ہم میں سے کوئی منتقل ہو سکا اور جس قدر بھی حسین نقوش ہماری صورتوں کو زینت بخش سکے ہیں وہ تمام تر نہ سہی مگر ان میں سے بعض بلکہ بہت سی صورتوں میں اکثر مجلس خدام الاحمدیہ کے احسان کی گواہی دے رہے ہیں اور اس محسن راہنما کے حسن و احسان کے گیت گا رہے ہیں جس کی پیدائش سے بھی پہلے امامِ وقت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ "وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا"۔

خدام الاحمدیہ خدام الاحمدیہ

تم ہو ہماری قوت ۔ تم ہو ہماری ہمت

تم سے ہے شانِ خدمت ۔ تم پر خدا کی رحمت

خدامِ احمدیہ ۔ خدامِ احمدیہ

خون ہے رواں رگوں میں ۔ ہیں بجلیاں رگوں میں

عزم جواں رگوں میں ۔ سرمایۂ جماعت

خدامِ احمدیہ ۔ خدامِ احمدیہ

ہیجان بن کے اُٹھے ۔ طوفان بن کے اُٹھے

تم جان بن کے اُٹھے ۔ مُردوں میں آئی حرکت

خدامِ احمدیہ ۔ خدامِ احمدیہ

(جناب روشن دین صاحب تنویر)

"تلقینِ عمل"!

مجالسِ خدام الاحمدیہ کے لئے ضروری ہدایات

امسال سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مرکزی مہتممین نے مختلف شعبہ جات کے لئے جو ضروری ہدایات "تلقینِ عمل" کے پروگرام کے تحت پیش کی تھیں محترم صدرِ مجلس کے ارشاد کے بموجب انہیں بالاقساط رسالہ میں افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ جملہ قائدین اور دیگر متعلقہ عہدیداران سے گزارش ہے کہ وہ ان سطور کا بغور مطالعہ کریں اور جاری کردہ ہدایات پر پورے تعہد سے کاربند ہونے کی سعی فرمائیں

فجزاهم اللّٰہ احسن الجزاء۔

(ادارہ)

۱۔ شعبہ مال

برادران! ہمارا آئندہ سال یکم نومبر سے شروع ہو رہا ہے ضروری ہدایات پیش ہیں۔

۱۔ تشخیص بجٹ:۔ ماہ جولائی میں مجالس کو سال ۶۵-۱۹۶۴ء کے بجٹ آمد کی تشخیص کے لئے فارم مع ہدایات بھجوائے گئے تھے مجالس کی ایک بھاری اکثریت کی طرف سے ابھی تک یہ فارم پُر ہو کر واپس نہیں آئے شعبہ مال کا کام شروع کرنے سے قبل بجٹ کی تشخیص از حد ضروری ہے اس لئے جن مجالس نے ابھی تک ۶۵-۱۹۶۴ء کے بجٹ تشخیص کر کے نہیں بھجوائے وہ واپس جلتے ہی جتنی جلدی ہو سکے بجٹ تشخیص کر کے بھجوا دیں۔ بجٹ تشخیص کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ بجٹ میں مجلس کے ہر خادم کا نام درج ہو۔ کوئی خادم رہ نہ جائے۔ پھر ہر خادم کی صحیح آمد درج ہو اور اس پر قواعد کے مطابق ہی چندہ عائد کیا جائے اس سے کم نہ ہو۔

تشخیص بجٹ کے بارے میں ایک اور ضروری امر یہ ہے کہ بہت سی مجالس صرف خدام کا بجٹ بھجواتی ہیں۔ حالانکہ مجلس اطفال الاحمدیہ کا بجٹ بھجوانا بھی اتنا ہی ضروری ہے بلکہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ جن اطفال کو اب آپ چندے دینے کی عادت ڈال دیں گے وہ جب خدام الاحمدیہ میں داخل ہوں گے تو مالی قربانی کی عادت ڈالنے کے لئے کسی جدّ و جہد کی ضرورت نہ ہو گی۔

قائدین اضلاع کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے ضلع میں اس بات کی نگرانی کریں کہ ان کے ضلع میں کوئی مجلس ایسی نہ رہ جائے جس کا اطفال یا خدام

کا بجٹ ماہ نومبر تک مرکز میں نہ پہنچ جائے۔

۲۔ وصولی چندہ جات:۔ تشخیص بجٹ کے بعد اگر وصولی نہ کی جائے تو بجٹ کی حیثیت کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ نہیں۔ مَیں بہت افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں کہ سالِ رواں میں جہاں بجٹ کی تشخیص میں گزشتہ سال کی نسبت نمایاں اضافہ ہوا تھا اس کا وصولی پر اثر نہیں پڑا جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مجالس نے صرف تشخیص بجٹ پر ہی اکتفا کیا اور وصولی کی طرف توجہ نہ دی یا اگر توجہ دی تو برائے نام۔

چندہ جات کی وصولی میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خدام سے چندہ ماہ بماہ باقاعدگی سے وصول کیا جائے ناظمین اور منتظمینِ مال اور قائدین کا فرض ہے کہ ہر ماہ اس بات کا جائزہ لیں کہ کس کس خادم نے چندہ ادا نہیں کیا۔ جب کوئی مجلس کسی ایک مہینہ میں بعض خدام سے چندہ وصول نہیں کرتی تو دراصل وہ اگلے مہینے کے کام کو خود بخود بڑھا دیتی ہے اور تین چار مہینے کے بعد چندہ نہ دینے والوں کی تعداد اور ان کے بقایا کی رقم اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وصولی کرنے والے منتظم کو بھی دقّت ہوتی ہے۔ اور ادائیگی کرنیوالا خادم بھی بوجھ محسوس کرتا ہے۔ سہولت اسی میں ہے کہ چندہ ماہ بماہ وصول کیا جائے۔

چندہ کب مرکز میں بھجوایا جائے؟:۔ ہر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ جس قدر بھی وصولی ہو چکی ہو وہ ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ تک مرکز میں اس کی تفصیل کے ساتھ بھجوا دے۔ بعض دفعہ مجالس اس بات کا انتظار کرتی رہتی ہیں کہ زیادہ رقم اکٹھی ہو جائے تو پھر بھجوائیں گے یہ درست نہیں۔ مرکز کی ضرورت اور روپیہ کی حفاظت دونوں کا تقاضا ہے کہ مہینے کا چندہ اکٹھا ہوتے ہی مرکز میں بھجوا دیا جائے

چندہ بھجوانے کا طریق یہ ہے کہ منی آرڈر افسر صاحب خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام بھجوائے جائیں اور منی آرڈر کے کوپن پر یہ اندراج کیا جائے کہ یہ چندہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے ان ہر دو اندراجات کے بغیر ہو سکتا ہے کہ آپ کی ارسال کردہ رقم خدام الاحمدیہ کے حساب میں جمع نہ ہو۔ چیک اور کیش سلپ دفتر مرکزیہ میں مہتمم مال کو بھجوائی جائیں۔

چندہ سالانہ اجتماع:۔ چندہ سالانہ اجتماع کی ادائیگی کی طرف مجالس کی خاطر خواہ توجہ نہیں جس کی وجہ سے آمد تسلی بخش نہیں۔ گزشتہ تین سال سے اجتماع کے اخراجات اصل آمد سے زیادہ ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت ہے کہ مجالس اس چندہ کی طرف شروعِ سال سے ہی خصوصی توجہ دیں۔ اگر مجالس صحیح رنگ میں کوشش کریں تو چندہ سالانہ اجتماع کی آمد کو -/۱۰۰۰۰ روپے تک لے جایا جا سکتا ہے جس کے نتیجہ میں اجتماع کو زیادہ مفید بنایا جا سکتا ہے اور اجتماع کے اخراجات چندہ سالانہ اجتماع کی آمد سے ہی پورے ہو سکیں گے۔

چندہ تعمیر ہال:۔ مجلس مرکزیہ کا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال ہال کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے جس کے لئے بعض انتظامات ہو چکے ہیں اور بعض زیرِ تکمیل ہیں۔ ہال کے لئے ہمیں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضرورت ہے جس میں سے ستّر ہزار روپے کے قریب اکٹھا ہو چکا ہے اور مزید اسّی ہزار روپیہ اکٹھا کرنا ہے۔ جن مجالس کے ذمہ تعمیر کی رقوم لگائی گئی تھیں ان سے ابھی

....۲۵ روپیہ قابلِ وصول ہے۔ ان سب مجالس کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس چندہ کی وصولی کی طرف زیادہ مستعد مجالس سے توجہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی غفلت کی وجہ سے ہال کی تعمیر کے کام میں کوئی رکاوٹ ہو۔ بقیہ...۵۵ روپیہ کے حصول کے لئے ہال کی تعمیر شروع ہوتے پر مجالس کے ذمہ انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ رقوم لگائی جائیں گی۔ جس کے لئے مجالس کو تیار رہنا چاہیئے۔

رسید بُک :- مجالس وقتاً فوقتاً چندہ کی وصولی کے لئے مرکز سے رسید بکیں حاصل کرتی رہتی ہیں لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعض مجالس رسید بُک کی خاطر خواہ حفاظت نہیں کرتیں جس کی وجہ سے بہت سی رسید بکیں ضائع ہو جاتی ہیں یا جب عہدیداران بدلتے ہیں تو پرانے عہدیدار نئے عہدیداروں کو رسید بکوں کا چارج نہیں دیتے۔ مجالس سے درخواست ہے کہ وہ رسید بُک کی حفاظت میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔

حسابات

ایک اور امر جس کی طرف مجالس کو توجہ دینے کی ضرورت ہے یہ کہ حصہ مقامی میں سے جو اخراجات کئے جاتے ہیں ان کا باقاعدہ حساب رکھا جائے۔ اسی طرح جب ضلعی اور علاقائی قیادتیں تربیتی کلاسز یا اجتماعات منعقد کرتی ہیں تو ضروری ہے کہ عطایا کی آمد اور اجتماع کے اخراجات کا باقاعدہ حساب رکھا جائے۔ میرے علم میں بعض ایسی مثالیں بھی آئی ہیں جہاں تربیتی کلاسز کے چندہ کی وصولی باقاعدہ رسید بُک پر نہیں کی گئی جس کی وجہ سے اس بات کا پتہ چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کسی مجلس نے کتنا روپیہ اکٹھا کیا۔

بالآخر گزارش ہے کہ کام کرنے سے ہوتے ہیں یہ سب کام ہو سکتے ہیں۔ آپ ان کو کر کے تو دیکھیں۔

والسّلام

(مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

۲۔ تحریک جدید و وقفِ جدید

۱۔ تحریک جدید کے سلسلہ میں مجالس خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں اور طریقِ کار کے سلسلہ میں گزشتہ سال اسی موقعہ پر خاکسار نے گزشتہ چند سالوں کے وعدہ جات کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ ۶۳-۶۲ء میں وعدوں میں اضافہ کی رفتار اس سے قبل کے کئی سالوں کے وعدوں میں اضافہ کی نسبت سے بہت کم ہو گئی ہے۔ سالہائے ماسبق میں دفتر دوم کے وعدہ جات میں ہر سال تقریباً پندرہ سولہ ہزار کا اضافہ ہوتا رہا تھا مگر ۶۳-۶۲ء میں یہ اضافہ صرف ڈیڑھ ہزار تھا جو دفتر اوّل کے وعدوں میں طبعی کمی کے پیشِ نظر خسارہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اس پر مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ نے بھی خدام کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے گزشتہ کمی کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی جس کے نتیجہ میں سالِ رواں جو ۳۱۔ اکتوبر ۶۴ء کو ختم ہو رہا ہے کے وعدوں میں اضافہ تو ہوا ہے مگر بہت معمولی یعنی امسال دفتر دوم کے وعدے گزشتہ سال کے وعدوں کی نسبت چار ہزار روپے زیادہ ہیں جبکہ اس کے مقابل جو خوش کن پہلو امسال پیدا ہوا ہے وہ

وصولی میں اضافہ ہے۔ گزشتہ سال کی نسبت مجموعی وصولی مبلغ بیس ہزار روپے زیادہ ہے جس میں سے صرف دفتر دوم کی وصولی کی زیادتی اٹھارہ ہزار ہے۔ اس کے لئے مَیں ان تمام خدام الاحمدیہ کے کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس سلسلہ میں سعی فرمائی ہے۔ اس ضمن میں مکرم وکیل المال صاحب تحریک جدید نے بھی جن مجالس خدام الاحمدیہ کے کام پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے وہ راولپنڈی سیالکوٹ۔ ایبٹ آباد۔ پشاور۔ لاہور۔ لائل پور اور واہ کینٹ ہیں۔

۲۔ یہاں پر مَیں اس بات کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ امسال تحریک جدید اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ناظم تحریک جدید اپنے عہدہ کی بناء پر وہاں کی جماعت کا اسسٹنٹ سیکرٹری تحریک جدید ہُوا کرے گا۔ اس فیصلہ کے بعد کراچی اور پشاور کے ناظمین تحریک جدید نے جو کام کیا ہے اس کا وہاں کی جماعت پر بڑا اچھا اثر پڑا ہے اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۔ اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مَیں اپنے بھائیوں کی توجہ دفترِ اوّل کے مجاہدین کی بعض ایسی خصوصیات کی طرف دلاؤں جن کا مظاہرہ ابھی تک دفترِ دوم کے مجاہدین کی طرف سے نہیں ہُوا۔

ا۔ دفترِ اوّل کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مجاہدین نے دو مرتبہ مطالبہ سے بڑھ کر رقم پیش کرنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ پہلی دفعہ سالِ اوّل کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷٫۵۰۰/- روپے کا مطالبہ جماعت سے کیا تھا جس کے جواب میں دفتر اوّل کے مجاہدین نے ۹۸٫۰۰۰/- روپیہ پیش کیا۔ دوسری مرتبہ چوبیسویں سال کے موقعہ پر دفتر اوّل کا وعدہ ۱٫۸۵٫۰۰۰ روپے، مگر اس کے مقابل پر وصولی دو لاکھ چار ہزار روپیہ ہوئی۔

ب۔ دوسری خصوصیت دفتر اوّل کی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قربانی کو وصولی کے لحاظ سے ۳٫۴۵٫۰۰۰ روپے تک پہنچا دیا ہے لیکن مگر دفتر دوم کی وصولی زیادہ سے زیادہ ۱٫۸۶٫۰۰۰ روپے کی ہوئی ہے یعنی دفتر اوّل سے تقریباً نصف۔ ہر ترقی کرنیوالی جماعت کے نوجوانوں کا قدم پہلوں سے آگے ہونا چاہیئے۔ اس ضمن میں ہمیں ہر وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل فرمان پیش نظر رکھنا چاہیئے حضور فرماتے ہیں:-

"مَیں نوجوانوں اور خصوصاً ان نوجوانوں کو جو مجلس خدام الاحمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں ہوشیار کرتا ہوں کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کریں کہ ان کو پہلے لوگوں سے کم ایماندار قرار نہ دیا جائے۔ انکی آگ پہلوں سے زیادہ جوش والی ہونی چاہیئے۔ ان کے شعلے پہلوں سے زیادہ اونچے ہونے چاہئیں۔ ان کی رفتار پہلوں سے زیادہ تیز ہونی چاہیئے۔"

پس ہمیں اپنی کوششوں کو تیز کرنے کے ساتھ ساتھ

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرنی چاہیئے کہ وہ ہماری حقیر کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالے اور ان کے نیک نتائج ظاہر فرماوے اور ہمیں اپنے امام ہمام کی خواہش کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ج۔ تیسری خصوصیت جس کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں وہ ان کا اپنی حیثیت سے بڑھ کر قربانی پیش کرنا ہے۔ بعض کا وعدہ تو ان کی چھ ماہ کی تنخواہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مجموعی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دفتر اوّل کے مجاہدین کی اوسط قربانی -/۴۷ روپے فی کس ہے مگر اس کے مقابل پر دفتر دوم کا مجاہد اوسطاً صرف -/۱۱ روپے ادا کر رہا ہے۔ اگر زیادہ نہیں تو ہم میں سے ہر ایک کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار پر پورا اترنے کی سعی کرنی چاہیئے یعنی سارے سال میں اپنی ایک ماہ کی آمد کا صرف پانچواں حصہ۔ گویا جس کی ماہوار آمد ۱۰۰ روپے ہو اس کا سالانہ چندہ کم از کم بیس روپے تو ہونا چاہیئے۔

۴۔ اپنے کام کو مؤثر بنانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مجالس اپنی مساعی سے مرکز کو آگاہ کیا کریں۔ ہر سال تحریک جدید اور وقف جدید کے وعدہ جات کے حصول اور وصولی کے لئے ہفتے منائے جاتے ہیں مگر جہاں اکثر مجالس ہفتے مناتی ہیں اور اس ضمن میں کام بھی کرتی ہیں وہاں مجالس کی اکثریت مرکز کو اپنی مساعی سے آگاہ نہیں کرتی۔ مجالس کا اپنے کام کی رپورٹ مرکز میں بھجوانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مجلس مرکزیہ اس سلسلہ میں خدام کی مساعی سے متعلقہ انجمنوں یعنی انجمن تحریک جدید اور انجمن وقف جدید کو بھی مطلع کر سکے۔

۵۔ ایک اور امر جس کی طرف میں اپنے بھائیوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سنہ ۱۹۵۰ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے وعدوں کو پانچ لاکھ تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ چودہ سال گزر جانے کے باوجود ابھی ہم اس قابل نہیں ہو سکے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس خواہش کو پورا کر سکیں۔ اگر ہم اپنی مساعی پہلے سے زیادہ تیز کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ نئے سال میں حضور ایدہ اللہ کی اس خواہش کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ سال رواں کے وعدے چار لاکھ بیس ہزار ہیں ان کو پانچ لاکھ تک پہنچانا کوئی ایسا مشکل امر نہیں جو ہماری طاقت سے باہر ہو۔ جبکہ اب کم از کم وعدہ پانچ روپے کی بجائے دس روپے کر دیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام بھائی واپس جا کر نئے سال میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس خواہش کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔

۶۔ آخر میں صرف اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجالس اپنے ہاں نئے سال میں جو یکم نومبر ۶۲ء سے شروع ہو رہا ہے اس بات کا بغور جائزہ لیں کہ آیا ان کے تمام خدام تحریک جدید اور وقف جدید میں شامل ہیں۔ تحریک جدید کا کم از کم وعدہ دس روپے سالانہ اور وقف جدید کا کم از کم وعدہ -/۶ روپے سالانہ ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کم از کم شرح تو مستقل روزگار نہ رکھنے والوں اور طلباء وغیرہ کے لئے ہے۔ برسر روزگار مجاہدین کے لئے کم از کم شرح ماہوار آمد کا پانچواں حصہ

(باقی دیکھیں صفحہ ۴۱ پر)

شعبہ اشاعت مرکزیہ

ہمارا مرکزی سالانہ اجتماع ۱۹۶۴ء

امسال مجلس خدام الاحمدیہ کا ۲۳واں سالانہ اجتماع مورخہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء سے لیکر ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء تک ربوہ میں منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے کہ یہ اجتماع بڑی کامیابی کے ساتھ تین دن جاری رہنے کے بعد دعاؤں کے پاکیزہ ماحول میں اختتام پذیر ہوا۔

ہمارا یہ اجتماع ایک دینی اور روحانی اجتماع ہے اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ خدام تین دن تک مقررہ پروگرام کے مطابق عمل کر کے ایسی مشق حاصل کریں کہ بعد ازاں وہ سارا سال خدام الاحمدیہ کے تجویز کردہ لائحہ عمل پر پوری ہمت و نشاط سے عمل پیرا ہو سکیں اور اجتماع کے ایام میں حاصل کردہ تربیت ہر موقعہ پر انکی رہنمائی فرمائے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے سالانہ اجتماع کا پروگرام تجویز کیا جاتا ہے۔ اخبارات اور سرکلر کے ذریعہ خدام کو اطلاعات بھجوائی جاتی ہیں اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دنیاوی کاموں کا حرج کر کے بھی، مال اور وقت کو خرچ کر کے، جس طرح بھی ان کے لئے ممکن ہو اس بابرکت مرکزی اجتماع میں شریک ہوں گے لیکن یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ اس قدر اہتمام کے باوجود امسال صرف ۲۰۱ مجالس کے خدام نے اس اجتماع میں شرکت کی۔ گویا قریباً چار صد مجالس ایسی ہیں جن کا ایک خادم بھی اس اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ امید ہے کہ خدام آئندہ سال بہت بیداری کا ثبوت دیں گے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں اجتماع میں شامل ہونے کی کوشش فرمائیں گے۔

ہمارا یہ اجتماع کیسا رہا؟ دینی، مذہبی، تربیتی اور روحانی لحاظ سے اس اجتماع سے کیا فوائد حاصل ہوئے؟ یہ سوالات ایسے ہیں جن کا صحیح جواب الفاظ میں نہیں دیا جا سکتا کیونکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بابرکت ایام میں خدام کے دلوں میں جو قوتِ ایمانی، حرارتِ دینی اور خدمتِ دین کا جذبہ پیدا ہوا ہے اسکو صفحۂ قرطاس پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ان امور کا اندازہ کچھ وہی خدام اور احباب کر سکتے ہیں جنہیں خود اس اجتماع میں شرکت کا موقع ملا اور ایک مرتبہ پھر اپنے ایمانوں کو تازہ کرنے کی توفیق ملی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ خدام جو اس اجتماع میں شریک نہیں ہو سکے وہ ایک نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہے ہیں جس کی تلافی کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ابھی سے یہ عزم اور پختہ عہد کر لیں کہ آئندہ سال وہ بفضلہ تعالیٰ اس مبارک اجتماع میں ضرور شریک ہونگے۔

اجتماع کے ان ایام میں تربیت و اصلاح کا جو پروگرام جاری رہا اسکی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ تفصیل اس روحانی کیفیت اور سرور کی صرف ایک جھلک دکھا سکتی ہے جو اجتماع کے ایام میں خدام کو میسر آئی۔ علی الصبح مقام اجتماع میں نمازِ تہجد ادا کی جاتی رہی۔

پہلے روز محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ اور دوسرے روز محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے نمازِ تہجد پڑھائی۔ اس موقعہ پر نہایت تضرع اور عاجزی سے اسلام و احمدیت کی فتح اور سر بلندی اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت یابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ پنجگانہ نمازوں کا التزام کیا جاتا تھا۔ نماز فجر و مغرب کے بعد درس قرآن شریف، درسِ حدیث اور درس کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مفید پروگرام ہوتا رہا۔ یہ ایک قسم کا روحانی مائدہ تھا جس سے خدام صبح و شام مستفید ہوتے رہے۔ اجتماع کے دوران ایک نہایت ایمان افروز پروگرام "ذکرِ حبیبؑ" کا تھا۔ اس دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی محترم مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے حضورؑ کی سیرت کے بارہ میں بعض نہایت دلنشین اور دلچسپ روایات سنائیں۔ پھر اجتماع کا ایک اور مفید پروگرام "تلقینِ عمل" تھا جو اجتماع کے دوسرے روز منعقد ہوا۔ اس میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے نہایت موثر رنگ میں نصائح فرمائیں۔ آخری روز اسی پروگرام کے سلسلہ میں مہتممین مرکزیہ اور بعض قائدین نے ضروری ہدایات دیں اس کے علاوہ "مجلسِ شوریٰ" کا پروگرام تھا جس میں مجلس کی ترقی اور بہتری کی خاطر متعدد تجاویز پر بحث کی گئی۔ اجتماع کا یہ حصہ بھی تربیت کے نقطۂ نگاہ سے بڑا مفید ہوتا ہے۔

اجتماع کے دوسرے روز مذہبی اور دینی سوالات کے جوابات کا پروگرام بہت ہی مفید اور معلومات افزا تھا۔ خدام نے ضروری سوالات لکھ کر قبل از وقت دے دیئے تھے جن کے نہایت تسلی بخش جوابات دئے گئے۔ یہ پروگرام اس قدر دلچسپ تھا کہ کافی رات گزر جانے کے باوجود خدام پنڈال میں بیٹھے نہایت سکون اور اطمینان سے ساری کارروائی کو بڑے غور اور توجہ سے سنتے رہے۔

اجتماع کی افتتاحی اور اختتامی تقاریب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان موقعوں پر محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ولولہ انگیز خطابات نے خدام میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک ڈالی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی زبان و کلام میں خاص برکت دی اور اسی کی تائید و نصرت سے آپ نے ایسی پُرمعارف تقاریر فرمائیں کہ خدام پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

الغرض یہ اجتماع بے شمار برکات اپنے ساتھ لایا اور خوش قسمت ہیں وہ خدام جنہیں اس میں شامل ہونے اور ان برکات سے حصہ لینے کی توفیق ملی۔ امسال ہمارے اجتماع کی کارروائی کا ایک اہم حصہ آئندہ دو برس کے لئے صدر مجلس کا نیا انتخاب تھا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماع کے دوسرے روز مقامِ اجتماع میں تشریف لا کر مجلسِ شوریٰ کے اجلاس سے قبل یہ کارروائی سرانجام دی۔ نمائندگانِ شوریٰ نے صدارت کے لئے کُل پانچ نام تجویز کئے۔ کثرت آراء کے لحاظ سے پہلے تین نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کر دئے گئے۔ حضور نے اکثریت کی

رائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کو آئندہ دو سال کے لئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر فرما دیا۔ اس منظوری کا اعلان اجتماع کے آخری روز شوریٰ کے اجلاس کے دوران محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے خود سٹیج پر آ کر فرمایا۔

اجتماع کے موقعہ پر مختلف علمی اور ورزشی مقابلے بھی منعقد ہوئے۔ یہ سلسلے مقابلے خدام کی دلچسپی کا موجب رہے۔ ان میں امتیاز حاصل کرنے والے خدام کو جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے اجتماع کے اختتامی اجلاس میں انعامات دیئے گئے:-

۱۔ علمی مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنیوالے

۱۔ مقالہ نگاری کا سالانہ انعامی مقابلہ:-

اوّل:- لطف الرحمٰن صاحب محمود (ربوہ)

دوم:- عبد الوہاب صاحب انور (کراچی)

سوم:- خواجہ محمد اکرم صاحب (لاہور)

۲۔ امتحان نصاب سالانہ (کُل ۲۵۷ خدام شریک ہوئے)

معیار اوّل:- اوّل:- نصر اللہ خان صاحب ناصر (ربوہ)

دوم:- بشیر احمد صاحب اختر "

سوم:- عزیز محمد صاحب اطہر "

معیار دوم:- اوّل:- اللہ بخش صاحب (ربوہ)

دوم:- منصور احمد صاحب عمر "

سوم:- مجید احمد صاحب سیالکوٹی "
اور ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب (وزیرآباد)

معیار سوم:- اوّل:- محمد منظور صادق صاحب (ربوہ)

دوم:- محمد مبشر شاہ صاحب (ربوہ)
اور مبارک احمد صاحب صابر (")

سوم:- منیر الحق صاحب شاہد (")

معیار چہارم:- اوّل:- لطیف احمد صاحب (بدوملہی)

دوم:- عبد السمیع صاحب (مردان)

سوم:- سردار رفیق احمد صاحب
اور محمد رشید صاحب شاد (چوہڑ کانہ)

۳۔ مقابلہ مضمون نویسی:-

معیار اوّل:- اوّل:- عتیق احمد صاحب طاہر (ربوہ)

دوم:- عبد الرب صاحب انور (کراچی)

معیار دوم:- اوّل:- رانا محمد سلیم صاحب (ربوہ)

دوم:- چوہدری ناصر احمد صاحب (کراچی)

معیار سوم:- اوّل:- محمد منظور صادق صاحب (ربوہ)

دوم:- صفی اختر چوہدری صاحب (")

۴۔ مقابلہ قرأت قرآن پاک:-

اوّل:- محمد الطاف صاحب (احمد نگر)

دوم:- عبد العزیز صاحب (لاہور)

۵۔ حفظ قرآن کریم:-

اوّل:- میر ظفر اقبال احمد صاحب (لاہور)

دوم:- محمد المحق صاحب (ربوہ)

۶۔ مقابلہ ترجمہ و تفسیر قرآن مجید:-

معیار اوّل:- اوّل:- بشیر احمد صاحب اختر (ربوہ)

دوم:- عزیز محمد صاحب اطہر (")

معیار دوم:- اوّل:- حیدر علی صاحب ظفر (ربوہ)

دوم:- ناصر احمد صاحب (شیخوپورہ)

معیار سوم :- اوّل - راجہ نصیر الدین صاحب (راولپنڈی)

دوم - محمد شفیع صاحب سلیم لودی (واہ کینٹ)

معیار چہارم :- اوّل - مولوی محمد شریف صاحب

دوم - سید سجاد احمد صاحب

۷ - مقابلہ مطالعہ احادیث :-

معیار اوّل :- اوّل - عزیز محمد صاحب اطہر (ربوہ)

دوم - نصر اللہ خاں صاحب ناصر (")

معیار دوم :- اوّل - عبد الرب صاحب انور (کراچی)

دوم - میر عبد الحمید صاحب (ربوہ)

معیار سوم :- اوّل - محمد مبشر صاحب (ربوہ)

دوم - میر ظفر اقبال احمد صاحب (لاہور)
اور ظفر اللہ محمود صاحب (ربوہ)

۸ - مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

معیار اوّل :- اوّل - مرزا عبد الحق صاحب (راولپنڈی)

دوم - عزیز محمد صاحب اطہر (ربوہ)

معیار دوم :- اوّل - عبد الرب صاحب انور (کراچی)

دوم - راجہ نصیر الدین صاحب (راولپنڈی)

معیار سوم :- اوّل - چوہدری ناصر احمد صاحب (کراچی)

دوم - محمد اسلم صاحب شاد (ربوہ)
اور ظفر اللہ محمود صاحب (")

۹ - تقریری مقابلہ :-

معیار اوّل :- اوّل - لئیق احمد صاحب طاہر (ربوہ)

دوم - منیر الدین عبید اللہ صاحب (لاہور)

معیار دوم :- اوّل - رانا محمد سلیم صاحب (ربوہ)

دوم - سید جمیل لطیف صاحب (")

معیار سوم :- اوّل - سید مولود احمد صاحب (ربوہ)

دوم - سمیع اللہ صاحب ظفر (لاہور)

معیار چہارم :- اوّل - ماسٹر محمد انور صاحب (سیالکوٹ)

دوم - محمد اکبر صاحب (کراچی)

۱۰ - مقابلہ عام معلومات :-

معیار اوّل :- اوّل - (کوئی نہیں)

دوم - نصر اللہ خاں صاحب ناصر (ربوہ)

معیار دوم :- اوّل - قریشی محمد احمد صاحب (کراچی)

دوم - مرزا نصیر احمد صاحب (ربوہ)

معیار سوم :- اوّل - محمد مبشر صاحب (ربوہ)
اور لال خاں صاحب (لاہور)

دوم - مرزا ظفر احمد صاحب (ربوہ)

۱۱ - مقابلہ پیغام رسانی :-

کُل ۶ ٹیمیں شریک ہوئیں

اوّل - کراچی کی ٹیم نمبر ۱

دوم - کراچی کی ٹیم نمبر ۲

۱۲ - مقابلہ مشاہدہ و معائنہ :-

کُل ۷۹ خدام شریک ہوئے

اوّل - مجیب اللہ صاحب (ربوہ)

دوم - صفی اللہ چوہدری صاحب (")

ب - ورزشی مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنیوالے

۱ - کبڈی - اوّل - چک ۹/۱۱-L منٹگمری
(ایک سال کیلئے انعام جاریہ حاصل کیا)

دوم - سرگودھا ڈویژن

۲- فٹ بال :- اوّل - کراچی (انعام جاریہ حاصل کیا)

دوم - راولپنڈی

۳- والی بال :- اوّل - ربوہ A (انعام جاریہ حاصل کیا)

دوم - ربوہ B

۴- رسہ کشی :- اوّل - سرگودھا

دوم - ربوہ

۵- دوڑیں :-

۱۰۰ گز - اوّل - مجید احمد صاحب (ربوہ)

دوم - فاروق احمد صاحب (کراچی)

۲۲۰ گز - اوّل - شہباز خان صاحب (سرگودھا)

دوم - مجید احمد صاحب (ربوہ)

۴۴۰ گز - اوّل - شہباز خان صاحب (سرگودھا)

دوم - عبدالباری صاحب (کمالیہ)

ایک میل - اوّل - خادم حسین صاحب (سرگودھا)

دوم - رفیق احمد صاحب سعید

۶- لمبی چھلانگ :-

اوّل - راجہ عبدالرشید صاحب

دوم - مجید احمد صاحب (ربوہ)

۷- اونچی چھلانگ :-

اوّل محمد افضل صاحب (چک ۹۹ شمالی سرگودھا)

دوم - فریاد احمد صاحب (جہلم)

۸- گولہ پھینکنا :-

اوّل - رانا اسد اللہ خان صاحب (حیدرآباد)

دوم - رانا محمد اسلم خان صاحب (ربوہ)

۹- نیزہ پھینکنا - اوّل سلطان احمد صاحب (ربوہ)

دوم - عبدالرزاق صاحب (کراچی)

۱۰- کلائی پکڑنا :-

اوّل - ثناء اللہ صاحب (ربوہ)

دوم - مختار احمد صاحب (")

۱۱- اونچی آواز :-

اوّل - عبدالحمید صاحب

دوم - رشید احمد صاحب

(نائب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

"تلقین عمل" —— (بقیہ صفحہ ۳۸)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔

تمام خدام کی شمولیت سے یہ مراد نہ لی جائے کہ ساری مجلس کے کل بیس پچیس یا چالیس خدام مل کر دس روپے تحریک جدید میں دے دیں اور یہ سمجھ لیں کہ ہم سب شامل ہیں جیسا کہ بعض مجالس کی رپورٹوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے شمولیت سے میری مراد ہر خادم کا فرداً فرداً حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیار کیساتھ شامل ہونا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اگر نئے سال میں ہم ان امور کا خیال رکھ لیں تو ہم اس کام کو معین اور ٹھوس شکل میں پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور نباہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم حضور ایدہ اللہ کے الفاظ میں اس قابل ہو جائیں کہ پہلوں سے کم ایماندار نہ قرار پائیں بلکہ ہماری آگ پہلوں سے زیادہ جوش والی ہو اور ہمارے شعلے پہلوں سے زیادہ اونچے ہوں اور انکی رفتار پہلوں سے تیز ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔ والسلام

(مہتمم تحریک جدید و وقف جدید)

جناب نسیم سیفی صاحب — ربوہ

غرض کیا مجھ کو فرقِ این و آں سے
خردمندوں کے ہر سود و زیاں سے
کہیں اِک گوشۂ دل میں بسا لے
مجھے کیا وسعتِ کون و مکاں سے

★

کہیں جلووں کا پھر اظہار کر دے
نگاہوں کو مری سرشار کر دے
بڑی مدّت سے دل سویا ہؤا ہے
خداوندا اسے بیدار کر دے

★

تجھے مَیں دیدۂ دل میں بسا لوں
تجھے اپنا فقط اپنا بنا لوں
کبھی فرصت کے لمحے بھی عطا کر
ترے در پر متاعِ جاں لُٹا دوں

★

کسی بے کیف ظلمت میں نہاں ہو؟
کہ غرقِ رونقِ کون و مکاں ہو؟
ہر اِک لمحہ صدا آتی ہے دل سے
"مرے ماضی کے لمحو! تم کہاں ہو"

حسنِ محبوب کے جلوے جو دکھا دیتے ہیں
ذرّے ذرّے کو جو وہ طُور بنا دیتے ہیں
دل تو ہے دل ہی فقط" دیدۂ بینا والے
جانِ شیریں بھی بصد شوق لُٹا دیتے ہیں

کیا شے ہے شکست اور ہیں کیا چیز فتوحات
درکار ہیں مجھ کو تری سادہ سی عنایات
پردے ہی سے جھلکا دے کبھی جلوۂ محبوب
مَیں کیا ہوں مجھے کیوں ہو تمنّائے ملاقات

چشمِ خوننابہ بار لایا ہوں
اِک دلِ داغدار لایا ہوں

تیری اُلفت خریدنے کے لئے
عمرِ ناپائیدار لایا ہوں

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی نئی مجلس عاملہ

برائے سال ۶۵-۱۹۶۴ء

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے آئندہ ایک سال کے لئے مرکزی مجلس عاملہ کے مندرجہ ذیل عہدیداران مقرر فرمائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ تقرر مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے اور ان سب اصحاب کے لئے بہت مبارک کرے۔ آمین۔

نائب صدر ——— مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

معتمد ——— " مرزا لطف الرحمٰن صاحب

مہتمم تربیت ——— " میر محمود احمد صاحب ناصر

" خدمتِ خلق ——— " محمد اسلم صاحب فاروقی

" مال ——— " حمید اللہ صاحب

" وقار عمل ——— " لطف الرحمٰن صاحب محمود

" اصلاح و ارشاد ——— " مرزا انس احمد صاحب

" صنعت و تجارت ——— " مبارک احمد انصاری صاحب

" عمومی ——— " میر داؤد احمد صاحب

" تحریک جدید و وقفِ جدید ——— " محمد اعظم صاحب

" اشاعت ——— " عبد الشکور صاحب اسلم

" تجنید ——— " عبد الرشید صاحب غنی

" صحتِ جسمانی ——— " صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

" تعلیم ——— " قریشی نور الحق صاحب تنویر

" مقامی ——— " چوہدری عبد العزیز صاحب

" مجالس بیرون ——— " رفیق احمد صاحب ثاقب

" اطفال ——— " محمد اسمٰعیل صاحب منیر

محاسب ——— " مبارک مصلح الدین احمد صاحب

ادارہ

نقد و نظر

(نوٹ:- تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے چاہئیں)

۱۔ حیاتِ قمر الانبیاءؓ

• تصنیف: جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی • تقطیع: عام کتابی سائز ($\frac{20 \times 30}{16}$) کے ۲۸۸ صفحات
• ناشرین: محمد احمد اکیڈمی۔ رام گلی ۳ لاہور • قیمت فی جلد: تین روپے۔

"حیاتِ قمر الانبیاءؓ" حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر شائع ہونیوالی غالباً سب سے پہلی کتاب ہے۔ کتاب کے فاضل مصنف کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ملک بھر میں آپکی بیسیوں تصانیف اور تراجم بے حد مقبول اور علمی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اور اس طرح محترم شیخ صاحب کے تبحرِ علمی کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کر رہی ہیں! ایسا لائق اور قابل مصنف ہو اور پھر ذکر ہو حضرت قمر الانبیاءؓ ایسی پاکباز ہستی اور گوناگوں صفات کی حامل شخصیت کا۔ قارئین خود ہی اس کتاب کی اعلیٰ شان کا اندازہ کر سکتے ہیں ہم اس پر اپنی طرف سے کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کے عقیدتمندوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف خود اس کتاب کا مطالعہ کریں گے بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے مطالعہ کے لئے اس کتاب کو محفوظ کر لیں گے۔

۲۔ "سووینئر" — کراچی

"سووینئر" مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا انگریزی میں شائع ہونیوالا مصوّر مجلّہ ہے جو یہ مجلس گزشتہ سات برس سے اپنے سالانہ اجتماع کے موقع پر شائع کر رہی ہے۔ زیرِ نظر شمارہ مجلسِ کراچی کے نویں اجتماع منعقدہ اکتوبر ۱۹۶۴ء کے موقع پر شائع کیا گیا ہے۔ اس شمارہ کو ایک اور امتیازی خصوصیت امسال یہ بھی حاصل ہے کہ اس میں خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پچاس برس مکمل ہونے کی تقریبِ سعید کی مناسبت سے بعض نہایت نادر اور قیمتی مضامین شامل کئے گئے ہیں جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بلند مقام و مرتبہ اور آپکے عہدِ مبارک کے زرّیں کارناموں پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ لکھنے والوں میں سے جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب، جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب، جناب پروفیسر اختر اورینوی صاحب، جناب نسیم سیفی صاحب، جناب نورالدین صاحب منیر اور فضل الرحمٰن صاحب نعیم کے مضامین خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ جماعت احمدیہ کراچی اور مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے رفاہی اداروں اور خدام کی مساعی اور کارکردگی کے دلچسپ کوائف بھی مضامین اور تصویروں کی شکل میں موجود ہیں۔ دنیا بھر میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے تبلیغِ اسلام کیلئے بھرپور جدوجہد کی تصویر دلی بھری روداد تو ہر سال ہی اس مجلّہ کا خصوصی فیچر رہی ہے۔ غرض یہ مجلّہ اپنے اندر اس قدر خوبیاں سموئے ہوئے ہے کہ اسے بار بار دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم اپنے جملہ قارئین کو اس مجلّہ کے خریدنے اور پھر اسے اپنے غیر از جماعت احباب کو مطالعہ کے لئے دینے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ رسالہ کی قیمت کا اس میں اندراج نہیں ہے۔ دفتر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی یا جلسہ سالانہ کے موقع پر جلسہ گاہ میں خدام الاحمدیہ کراچی کے سٹال سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

("ث")

Monthly
Khalid
Rabwah

REGD. NO. L. 5830

NOVEMBER, 1964

احمدی بچوں اور بچیوں کا دِل پسند ماہنامہ

تشحیذ الاذہان ربوہ

یہ رسالہ ابتداءً ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ۱۹۰۶ء میں جاری فرمایا تھا۔ اور اب یہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیرِ نگرانی احمدی بچوں اور بچیوں کیلئے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور دن بدن مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔

تشحیذ الاذہان میں آپ کیا پائینگے ؟

◉ قرآن پاک اور احادیث میں سے پیارے پیارے پُر حکمت کلمات ◉ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کے رُوح پرور ملفوظات ◉ بزرگوں اور دیگر بڑی شخصیتوں کے زرّیں اقوال ◉ اسلام اور احمدیت سے واقفیت پیدا کرنے والے عُمدہ مضامین ◉ اچھی اچھی دلوں کو لبھانے والی نظمیں ◉ بلند اخلاق پیدا کرنے والے مفید تربیتی مضامین ◉ نصیحت آموز دلچسپ کہانیاں اور تاریخی واقعات ◉ مفید و دلچسپ علمی و سائنسی معلومات ◉ دماغی ورزشیں اور بے اختیار ہنسا دینے والے لطائف ——

اور ان سب کے علاوہ دیگر بہت سے مفید اور بے حد دلچسپ کالم !

سال بھر کے رسالوں کی کل قیمت صرف پانچ روپے

جملہ خط و کتابت بنام

مینجر رسالہ "تشحیذ الاذہان" ۔ ربوہ !

Title Printed at the N. A. Press, Rabwah